السلام اے حامی دین حبیب کردگار

جاں فدا کردی پئے اسلام محبوب خدا

اے بصد آفرین پیر حسین خنگسوار

کرامات میراں

مع

تسخیر قلعہ تارا گڈھ

حضرت روشن علی کی دادرسی

شوکتِ خنگسواری

الحمد للہ کہ درایں فرحت آسام یہ کتاب بغرض خدمت برادران اسلام و بہ آگاہی زائران نیک انجام بہ سعی تمام منشی سید بندہ حسن المتخلص بہ خضر ولد جناب منشی میر عبدالحکیم صاحبزادہ درگاہ مقدس جناب میر سید حسین خنگسوار فاتح ہند نور اللہ مرقدہٗ تاراگڈھ قالب تحریر سے مزین کرکے بخدمت اہل اسلام پیش کش کیجاتی ہے امید کہ مقبول عام ہوکر یادگار مصنف ثابت ہوگی۔ آمین ثم آمین رب العالمین

اشاعت

راجہ

جلد ایک ہزار

در مطبع

محبوب المطابع برقی پریس دھلی میں طبع ہوئی

سنہ ۱۹۲۵ عیسوی

سبب تصنیف کتاب

تاریخی دنیا میں ایسی صحیح اور معتبر کتاب کی سخت ضرورت تھی جسمیں
جملہ حالات مصدقہ جناب سردار شہداء ہمشیرہ زادہ جناب امیر حسین
خوشگوار و قاتل کفار نور اللہ مرقدہ کے بالتفصیل درج ہوں گو اکثر تواریخ میں حالات
درج ہیں لیکن جملہ حالات شہید بغرض طوالت درج نہیں کی گئی لہذا مصنف کتاب ہذا نے بغرض
ہمدردان قوم و حسب الحکم پیر خود جناب منشی میر عبدالحکیم شریف شاہ متخلص
سعی کی حتی الامکان بعد تحقیقات کامل از سالہا کے
ہاں ہمدرد و حسب اقبال ربانی
قوم پورا کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین

اس میں کلام نہیں کہ تمام حمد و ستائش اُسی خالق عالم کو زیبا ہے کہ جو رب ہے تمام عالم کا اور بعد اُسکے نعت کا وہ ہی بشر سزاوار ہے کہ جس کا لقب خیر البشر رکھا گیا اور تمام نعمتیں بندوں کو اُسکے وسیلہ سے عنایت اور بخشش کی گئیں۔ سلام ہو اُن کی آل امجاد اور اصحاب باوفا پر کہ جن کے دست فیض سے آبپاشی باغ اسلام کی عمل میں آئی اور سلام ہو اُن بزرگان دین پر کہ جنہوں نے صعوبات سفر برداشت کرکے اسلامی اشاعت میں اپنی جانیں نثار کردیں۔

اسمیں شک و شبہ نہیں کہ وجود ذات محمدی نے اُن تمام ضرورتوں کو نہایت اچھی طرح پورا کیا جنکا اصلی توسل آپ کی ذات فیض برکات سے تھا آپ کا ختم الانبیا ہونا ایک خاص مصلحت باری تعالیٰ تھی۔ بقول مصنف

ہوئے ختم النبی احمد یہ تھی مرضی حق ورنہ
صفی اللہ سے بھی خلق تھے خیر البشر پہلے

لَوْلَاکَ لَمَا کا مقدس کلمہ آپ ہی کی ذات مقدس کے لئے نازل ہوا۔ آپ دیگر پیغمبروں کی طرح معدودے معجزات پر قادر نہ تھے۔ بلکہ جمیع تابوت سکینہ کے آپ وارث منجانب اللہ تھے۔ شق القمر کا ظہور میں آنا۔ حسب ضرورت آفتاب کا رجعت کرنا۔ پایۂ معراج کا حاصل ہونا۔ مُردوں کو حیات تازہ بخشنا۔ اور نیز تمام مخلوقات کا مطیع فرمان بن جانا۔ جانوروں کا مقدمۂ رسالت میں شہادت دینا۔ قرآن مجید فرقان حمید کا زبان خدا بن کر تصدیق رسالت کرنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب زبردست اور مدلل ثبوت آپ کے نبی آخر الزمان ہونے کے ہیں۔

مسدس نعتیہ از مصنف

پیشوا نوح کے الیاس کے رہبر ہیں یہ
خلق پر دست نگران کی تونگر ہیں یہ
گو بشر ہیں یہ مگر خیر کے خوگر ہیں یہ
لشکری دوسرے مرسل ہیں پہ افسر ہیں یہ
زہے قسمت جو بشر خیر الورا تک پہونچے
پہونچے بندہ جو وہاں تک تو خدا تک پہونچے

بر سر طور اسی نور کی تھی جلوہ گری۔
ہاں اسی نور مقدس سے ہے خشکی میں تری
سچ ہے یونس کی اسی نور نے کی راہبری
تھا یہی حسن جو یوسف کی ہوئی ناموری
مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

ان سے داؤد پیمبر نے ترانہ سیکھا
راستہ خضر نے بھی ان سے بتانا سیکھا
معجزہ ان سے رسولوں نے دکھانا سیکھا
انکی تعلیم سے عیسےٰ نے جلانا سیکھا۔
ان سے ضو پائی تو مہر فلک آرا چمکا
ان کی شفقت سے سلیماں کا ستارا چمکا

یا خدا الفت محمد مرا شیوہ ہو جائے
زائر روضۂ انور ترا بندہ ہو جائے
عشق احمد میں مرا مجنوں کا نقشہ ہو جائے
ہو وہ سودا کہ گلی کوچوں میں شہرہ ہو جائے
دام گیسوئے محمد میں پھنسا دے یا رب

یہ مزہ ہی مرے بندہ کو چکھا دی یارب

رات دن کیوں نہ تری خیر منائیں ساقی　　تیر اسیخانہ کہاں چھوڑ کے جائیں ساقی
تیرے صدقے ہوں تری لیلیں بلائیں ساقی　　بادہ کش کیونکہ تری یاد بھلائیں ساقی

کشتِ ایماں تری رحمت سے ہری رہتی ہے
شیشۂ دل میں تری یاد بھری رہتی ہے

وصل حوروں کا ملے یہ مجھے پروا کیا ہے　　گلشن خلد بریں ہیچ ہے طوبیٰ کیا ہے
عشق احمد سے سواد ولتِ عقبےٰ کیا ہے　　کوئی پرساں ہو تو بتلاؤں کہ منشا کیا ہے

نوح کی طرح مرا پار سفینہ ہو جائے
آرزو ہے کہ وطن شہر مدینہ ہو جائے

حضرت موسیٰ کو وہاں فخر ہے دربانی کا　　مصدرِ دیں ہے وہ منبع ہے مسلمانی کا
یہاں کے خدام کو دعویٰ ہے سلیمانی کا　　شوق اللہ کو ہے ان کی ثنا خوانی کا

ان کی برکت سے جہاں فائض اسلام ہوا
یہ ہوئے جب تو خدائی کا سرانجام ہوا

اسلام

اسلام وہ پاک اور حقیقی مذہب ہے کہ جس کی اشاعت کے لئے پروردگار عالم نے ایک لاکھ اسی ہزار پیغمبروں کو یکے بعد دیگرے خلق فرمایا۔ توریتؔ۔ زبورؔ۔ انجیلؔ میں اس کے تمام احکامات حسب ضرورت اوقات درج فرما کر عام خلقت کو مطلع فرمادیا۔ مابعد اس کے ہمارے پیغمبر آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن مجید بزبان عربی نازل فرما کر اپنے تمام خاص و عام بندوں کو تا بہ روز قیامت اس کی پیروی کا حکم ناطق دے کر سابقہ کی تینوں کتابوں کو منسوخ کر دیا۔ فی الحقیقت اسلام بندوں کے لئے نعمتِ عظمےٰ ہے۔ خوشا وہ لوگ کہ جو دائرہ اسلام میں رہ کر احکام آلہی کی پیروی کرتے ہیں۔ زمانہ کی الٹ پھیر سے کیسی ہی صعب مصیبت کیوں نہ آئے

مگر میدان ایمان سے جمے ہوئے قدم نہیں ہٹاتے پس ایسی ہی مسلم کے لئے آسایش جنت ہے۔ اور یہی وہ پکے ایمان والے ہیں جن کے لئے لفظِ مومن تجویز کیا گیا ہے۔ اور سورۂ رحمان ان کے انعام کی شاہد ہے۔

خدا توفیق عطا کرے ہر مرد مسلمان کو وہ بزرگان دین کے قائم کئے ہوئے راستہ پر چلے اور پناہ چاہے راہ وَلَا الضَّالِّیْنَ سے تاکہ بغیر خطرہ پل صراط سے عبور کرتے ہوئے جنت النعیم کے ہرے بھرے باغ تک رسائی ہو۔

واضح رہے کہ صرف اسی طریقہ کا نام اسلام نہیں کہ جس کی بنا تیرہ سو چالیس سال سے حضرت محمد صلعم نے ڈالی ہے پس اگر ایسا خیال کیا جاوے تو دیگر مذاہب کی طرح یہ مذہب بھی بالکل نیا مذہب ہو جاوے۔ مگر نہیں۔ بلکہ یہ ہی اسلام کہ جس میں کلمہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ اب پڑھا جاتا ہے۔ شروع خلقت حضرت آدم علیہ السلام سے جاری ہے کبھی اس اسلام کا کلمہ لا الٰہ الا اللہ آدم صفی اللہ۔ لا الٰہ الا اللہ داؤد خلیفۃ اللہ۔ لا الٰہ الا اللہ ابراھیم خلیل اللہ۔ لا الٰہ الا اللہ موسیٰ کلیم اللہ۔ لا الٰہ الا اللہ عیسیٰ روح اللہ وغیرہ تھا اب چونکہ ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہوئے لہٰذا سابق کے تمام کلمہ محمد رسول اللہ کے اسم گرامی سے بدل دئے گئے۔ اب فرض ہوا ہر اس شخص کا کہ جو خدا کی مقدس بادشاہت میں رہ کر طرح طرح کے رزق وراحت پاتا ہے۔ ہمارے نبی آخرالزمان کا کلمۂ طیب بہ صدق دل پڑھے تاکہ شکریہ ان نعمتوں کا ہو۔ (از مصنف)

کلمہ طیب

ہے یہ لازم کہ پڑھو انکا پیارا کلمہ — اصل میں زیست کا ہے ایک سہارا کلمہ
زینت چرخ ہے یہ انجمن آرا کلمہ — مصطفےٰ کہتے ہیں پڑھ لے جو ہمارا کلمہ

درد عصیاں کا جو لائق ہو شفا ہو جائے
میری طرح اُسے دیدارِ خدا ہو جائے

بت شکن ہے کلمہ کفر شکن ہے کلمہ — جوں زباں زیب وہ روئے سخن ہی کلمہ

بات جھوٹی یہ نہیں جانِ دہن ہے کلمہ	لب یاقوت کے لعلِ یمن ہے کلمہ

آدمی وہ ہے جسے قدرتِ گویائی ہے
اسکی خاطر سے تو خود موتھ نے زباں پائی ہے

یہ نہ ہوتا تو ہر اک آدمی حیواں ہوتا	ہوتا انسان بھی تو ہر گز نہ مسلماں ہوتا
گل چٹک کر نہ کسی باغ میں خنداں ہوتا	ورقِ دفتر کونین پریشاں ہوتا

روشنی بخش ہے خورشید و قمر میں کلمہ
مثل پھل پھول ہے ہر ایک شجر میں کلمہ

کب وہ انسان ہے جو اس کلمہ سے نفرت رکھے	وہ زباں لال ہے جو اس سے کدورت رکھے
وہ دہن ہی نہیں جو اسکی نہ عادت رکھے	اسکے جوہر نہیں کھلتے جو یہ لکنت رکھے

بانیٔ کفر ہے وہ اہل خوارج ہے وہ
اسکا عادی جو نہیں عقل سے خارج ہے وہ

کفر کو کیسا ہے پامال کیا کلمہ نے	دیکھو فرعون کا کیا حال کیا کلمہ نے
کیسا شداد کو بدحال کیا کلمہ نے	سینکڑوں کافروں کو لال کیا کلمہ نے

حضرت موسیٰ عمراں کا عصا تھا کلمہ
ذوالفقارِ اسد اللہ بنا تھا کلمہ

آمدم بر سر مطلب۔ یہ بھی مخفی نہیں کہ اس مقدس اور مستحکم اسلامی قلعہ کو مخربان اسلام (شداد۔ نمرود۔ فرعون۔ ضحاک) نے مسمار کرنے کی کیسی کیسی جان توڑ کوششیں کیں۔ مگر ایک کنگرا بھی اس خدائی قلعہ کا نہ گرا سکے۔ بلکہ کچھہ عرصہ میں خود ہی اپنا نام صفحۂ ہستی سے ایسا منہدم کر گئے کہ آج لوگ ان کا نام نحس لینا منحوس خیال کرتے ہیں۔

یہ یاد رہے کہ نقطۂ کن کے ساتھ اس اسلامی قلعہ کا سنگ بنیاد خود صانع حقیقی نے اپنے دست قدرت سے رکھا ہے دنیا میں کوئی طاقت ایسی نہیں کہ جو اس کو مسمار کر سکے۔ اصحاب فیل کا واقعہ تو کل کا واقعہ ہے۔ کعبہ اگر خدا کا گھر نہ ہوتا تو ابابیل جیسے بے فہم اور حیوانِ مطلق کو کیا غرض تھی

کہ وہ اس کی محافظت میں کنکریاں برساتی۔ سچ ہے ہر فرعونی را موسیٰ۔ نمرود را ابراہیم و برائے سرکشان عرب محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ اسی طرح بعد وفات آنحضرت صلعم کے ان کی آل اطہار نے اس اہم فرائض کو اپنے ذمہ لیا۔ اصحاب کبار نے اپنے آپ کو اس کی محافظت میں مٹا دیا۔

پھر بعد ان کے بزرگانِ دین پر یہ ذمہ داری عاید ہوئی۔ پس انہوں نے بھی اشاعت اسلام فرض اولیٰ خیال کر کے دیگر ممالک میں جا جاکر سبکدوشی اور سرخروئی حاصل کی۔ خصوصاً اس معاملہ میں جناب امیر سید حسین خنگسوار قاتل کفار نور اللہ مرقدہٗ زیادہ قابل الذکر ہیں کہ آپ نے کس نازک وقت میں کفرستان میں وارد ہو کر اسلامی اشاعت ایک درویش عمر رسیدہ کی دادرسی کے پردہ میں کی اگر ہم سچے مسلمان ہیں تو ہمارا فرض ہوا کہ ایسے محسن اسلام کو کبھی دل سے فراموش نہ کریں بلکہ اُن کے مقدس آستانہ میں اپنی اپنی یادگار بغرض شکریہ قائم کریں تاکہ سبب اجر عظیم کا ہو۔ گو ہماری نظروں سے وہ پوشیدہ ہیں لیکن اب بھی ان کی روح مطہر آئے دن اسلام کے کام میں حصہ لے رہی ہے پس لازم آیا کہ ان کے فیض رساں مزار مطہر پر جاکر اُن کے وسیلہ سے مراد دلی بارگاہ رب العزت سے طلب کریں تاکہ موجب استجابت دعا کا ہو:-

ملکِ ہندوستان

یہ ہرا بھرا شاداب اور زرخیز خطہ جو ہندوستان کے نام سے مشہور و معروف ہے قبل ازیں ایک وسیع اور غیر آباد جنگل تھا رفتہ رفتہ دیگر ممالک کی قومیں خصوصاً اہل ایران اور اہل سیریا جو یہاں منتقل ہوتی رہیں تو یہ جنگل قریوں قصبوں اور مابعد اس کے شہروں میں منتقل ہوتا چلا۔ باشندگان کیلئے جو قوت لایموت کی از حد ضرورت واقع ہوتی چلی تو اس کی گھنی جھاڑی کھیتوں اور باغات کی شکل اختیار کرتی رہی سب سے پہلے قوم آریہ نے اس سرزمین پر قدم رکھا۔ پھر یہ قوم چند گروہوں میں منقسم ہو گئی۔ گونڈ بھیل شدر وغیرہ وغیرہ علیحدہ علیحدہ قومیں بننے لگیں اکثر قوموں نے اپنا پیشہ کاشتکاری اختیار کیا مگر برخلاف اس کے قوم بھیل لوٹ مار کی طرف مائل ہوئی پس ایسی حالت میں ضرورت واقع ہوئی کہ باہمی نزاع کو دور کرنے کے لئے کوئی حاکم

یا منصف تجویز کیا جاوے ۔ غرض رفتہ رفتہ تمام نو آبادیوں نے علیحدہ علیحدہ حکومت کی صورت اختیار کر لی مظلوم کو جزا اور ظالم کو سزا دینے کی قوانین اجرا ہوئے ۔ کاشتکاری کی بہتایت نے کچھ صدیوں میں اس خطہ کو مرفہ الحال کر دیا حتٰے کہ اس کی دولتمندی کی کہانیاں دوسرے قرب و جوار کے ملکوں میں گونجنے لگیں اب وہ وقت آیا کہ ایک رئیس نے دوسرے پر آتش حسد سے اندوختہ ہو کر یورش شروع کی تا آنکہ جنگ مہابھارت نے اس کی تمام دولت کا خاتمہ کر دیا ۔ اور اس کی ترقی پستی سے بدل گئی ۔

یہ بھی لازمی تھا کہ جہاں حکومت کی پابندی تسلیم کر لی جاوے وہاں مذہبی احاطہ بھی ضرور قائم کیا جاوے ۔ پس ضرورت لاحق ہوئی کہ کسی طریقہ سے اپنے معبود حقیقی کی یاد کم از کم صبح و شام میں ایک دو مرتبہ ضرور کر لی جائے مگر افسوس کہ اس میں اہل ہند نے دانائی سے کام نہ لیا ۔ اور جدا جدا طریقے بالکل ایک دوسرے کے خلاف ایجاد کئے ۔ کسی نے ہوا پرستی شروع کی کوئی آتش پرست بن گیا ۔ بعض چاند و سورج اور ستاروں کی پرستش کرنے لگے ۔ غرض یہاں تک ہوا کہ پتھروں سے بت تراش تراش کر ان کے روبرو سر نیاز جھکانے لگے ۔ رفتہ رفتہ قریہ قریہ اور قصبہ قصبہ میں شوالے تعمیر ہو گئے ایک دوسرے کے خلاف ہونے کی وجہ سے والیان ملک کا تعصب بھی بڑھتا گیا ۔ اتفاقیہ اگر کسی اہل اسلام کو کہیں چلتا پھرتا پالیا تو فوراً بلا کر دار پر چڑھا دیا ۔ یا کولھو میں پیل کر اس کی استخواں ریزہ ریزہ کر دیں اور جب اس کے خون ناحق کا قشقہ (ٹیکا) پیشانی پر لگا لیا تب کھانا کھایا ۔ حالانکہ وہ تمام مصنوعی دیوتا چاند ۔ سورج ۔ بادل ۔ ہوا ۔ اور ستارے وغیرہ ہر موقع مناسب پر غروب طلوع ہو کر بتلا رہے تھے کہ اے بیخبرو ۔ ہم خود فنا کی کشتی پر سوار ہیں ۔ ہمیں خود قرار کہاں ۔ تم کیوں ہمارے عجائبات پر محو ہو کر خراب و خستہ ہو چلے ہو ۔ مگر یہ ضد کے پکے اور ہٹیلے نہ ماننے پر نہ مانے ۔

(از مسٹر کرسٹی ایل ہنود)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی سرکشانِ عرب کی سرکوبی سے زمانہ نے اتنی مہلت نہ دی کہ توسنِ عزم کی لجام اس طرف پھیرتے گیارہ برس کا عرصہ منقضی ہوتا ہے کہ کسی قبیلہ عرب کے سردار محمد بن قاسم نے ادھر رخ کیا تھا لیکن چند وجوہات کے سبب سے ملک سندھ سے آگے نہ بڑھ سکا ۔ شاہانِ بغداد کا خوف بھی اس ملک کے صدیوں زنجیر پا رہا ہے

(از تواریخ ریاست انگریزی)

بالخصوص سلطان محمود غزنوی ابن شاہ سبکتگین کے جنگی کارنامے آج تک ضرب المثل ہیں۔ کم از کم سترہ حملے ہندوستان پر اس بہادر بادشاہ نے کئے ہر مرتبہ زر بے شمار مال غنیمت میں ہاتھ لگتا رہا۔ ہر چند اراکین سلطنت نے بار بار حملہ کرنے کی زحمت سے بچنے کے لئے سرحد کشمیر میں قیام کرنے کی رائے دی۔ مگر بت پرستی کے چلن سے نفرت رکھنے کی وجہ سے اس صاحب ایمان بادشاہ نے منظور نہ کیا ہر مرتبہ شوالوں اور بتخانوں کو مسمار کرتا رہا حتے کہ بت شکن کہلایا۔ اب اسلامی تواریخ میں وہ محمود غزنی بت شکن کے خطاب سے پکارا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ ہوا لیکن ابھی تک اسلامی پودے سرحد ہند میں کافی رونما نہ ہوئے۔ بس بقدرت خدا بزرگان دین نے توسن عزم کی لجام اس طرف پھیری۔ اور لوگوں کو اسلامی دولت سے بہرہ یاب کرنا شروع کیا۔ تب لوگوں کو حق و باطل میں تمیز ہونے لگی۔ اب اہل ہند کو یہ معلوم ہوتا چلا کہ وہ مذہب حقیقی وہ صراط المستقیم کہ جسکی پیشینگوئیاں اکثر ہماری کتابوں میں درج ہیں مذہب اسلام ہے۔

حضرت روشنعلی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری

اے کہ خوش آمدہ بر من احساں کردی
خوب آبادیٔ کاشانۂ ویراں کردی

السّلام اے مشعل نور حبیب کبریا
آپ کی سرکار کے ہیں شاہ دنیا سب گدا

آپ نے روشن کیا دین رسولِ پاک کو
غیر ممکن ہے بشر سے آپ کی ہو کچھ ثنا

تم نہ گر فریاد لاتے سیّد میراں کے پاس
کفر پھر ہندوستاں سے کس طرح ہوتا جدا

آپکی اونگلی قلم ہوتے ہی جو ہر کھل گئے
کب تھی یہ راجہ کی ہمت بلکہ تھی شانِ خدا

استغاثہ کا نتیجہ خوب ہی نکلا حضور
آپ کے صدقے تمہارے دادرس کے ہم فدا

آپ کی روشن ضمیری کے تصدق سے جناب
کلمۂ طیب کی ہے ہندوستاں میں یہ صدا

دادرس کا ساتھ مر کر بھی نہ چھوڑا آپ نے
در پہ خنگ اسوار کے بس کر دیا ہے بسترا

خنک سواری گو ندلی کا نخل ہے جیش ہزار
نو ولد کو ہوتی ہے اولاد جس پھل سے عطا

فیض جاری آج تک ہے آپ کے دربار سے
آفریں صد آفریں صد مرحبا صد مرحبا

ایسا مرشد ہو تو پھر راہ طریقت بھی ہو طے
راستہ مل جائے گر ہادی ہو ایسا رہنما

ذکر درویشاں ہیں کیوں خاموش ہیں ایماں پرست
ہاتھ اٹھائیں اب شتابی بہر سورہ فاتحہ



مخفی نہ رہے کہ حضرت روشن علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب کشف و کرامات اور حق رسیدہ درویش تھے۔ شاہان بغداد و غزنی کو آپ سے انتہا درجہ کا توسّل رہا ہے ملک سیستان آپ کا وطن شریف تھا۔ نوّے سال نہایت زہد و تقوی میں بسر کرنے کے بعد کبر سنی میں سیّاحی کا شوق دامنگیر ہوا۔ دریا میں جاکر قرعہ ڈالا۔ ہر چند ملک چین و ختن۔ مصر و ہند و افریقہ وغیرہ دیگر ممالک کے نام کے قرعہ ایک ہی وقت میں ڈالے گئے۔ لیکن شان خداہی کہ ملک ہند کا قرعہ پہلے برآمد ہوا۔ پس بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہکر اور اپنے مریدوں سے مرخص ہوکر توکلاً علی اللہ بے سروسامانی کی حالت میں چل نکلے۔ کشاں کشاں خود کو شہر ہمدان تک پہونچایا۔ اور خواجہ سیّد علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ (کہ جو تواریخی دنیا میں بزرگ اسلام مانے گئے ہیں) کے یہاں مہمان ہوئے۔ خواجہ صاحب موصوف نے اس مہمان نو کی ازراہِ دوراندیشی بے حد تواضع کی۔ اور حتی الوسع شرط مہمان نوازی کو اچھی طرح ادا کیا۔ شب و روز بزم قرآن خوانی میں اس اپنے مہمان نو کو ہمراہ لے جایا کرتے تھے۔ عرصہ تک حروف مقطعات قرآنی پر بحث رہتی کبھی الم کبھی حمعسق اور کبھی کہیعص کے نکات پر مباحثہ ہوتا رہتا۔ ایک روز جب کہ خواجہ سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سورہ کہف کی تفسیر بیان فرمار ہے تھے کہ حضرت روشن علیشاہ رحمۃ اللہ علیہ پر وجد طاری ہوا۔ الحق۔ الحق کے نعرے بلند کرنے لگے۔ تمام حاضرین بزم میں شور درود بلند ہوا۔ دو ساعت پیہم اہل بزم پر وجد طاری رہا۔ ناگاہ سمت مشرق سے ایک بلند شعلہ روشنی کا دکھائی دیا۔

نوٹ (یہ وہ ہی روشنی تھی کہ جو شام احمر کی طرح راجہ اجمیر کی لڑکی بزور جادو دکھلایا کرتی تھی۔

اکرام اولیا

یوں تو ہر ایک دیکھنے والے کو تعجب ہوا لیکن خواجہ سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ بمشاہدہ اس شعلہ کے مسکرا دئے۔ اور لاحول ولا قوۃ کہہ کر ایک ڈھیلا مٹی کا اس کی طرف پھینکا۔ فوراً شعلہ بجھ گیا۔ روشنی معدوم ہوگئی۔ روشن علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہر چند استفسار حال کیا۔ لیکن آپ نے اظہار راز کرنا خلاف مصلحت سمجھہ کر ٹال دیا۔ پس فوراً ہی شاہ صاحب اُٹھے۔ اور قسم کھائی کہ جب تک اس راز مخفی پر کلّی واقفیت حاصل نہ کروں گا ہرگز ہرگز سرحد وطن کا آب و دانہ استعمال نہ کروں گا پس نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ آیہ ورد زبان فرماتے ہوئے وہاں سے چل نکلے کوسوں کی مسافت طے کرتے دشت و در میں قدرت خدا کا جلوہ مشاہدہ کرتے قدم قدم پر صانع حقیقی کی صنعت کاملہ کی داد دیتے وارد دیار ہند ہوئے ہر چند ملکی شادابی نے بہار بن کر سوختہ اور پژمردہ دل کو فرحت بخشی لیکن باشندگان کی ماہیت دیکھ کر کمال افسوس ہوا بلکہ فرط الم سے اُن کی حالت زار پر آنسو بہانے لگے اور درگاہ باری تعالیٰ میں دعا کی کہ اے چارہ ساز خاطر بیچارگان والے فریادرس بیکسان تو اپنی رحمت کاملہ کو ان جاہل گم کردہ راہ بندوں کی رہبری کر۔ تا کہ راہ ظلمت سے راہ نور اختیار کریں۔ کیسے غافل اور کم فہم ہیں کہ معبود حقیقی کو بھول کر مصنوعی معبودوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ کاش ان کے دل و جگر گوش ہوش سے وہ مُہر ٹوٹ جائے جو ان کی نافرمانی کی وجہہ سے حسب منشائے قرآن لگادی گئی ہے یہ دعا فرماتے ہوئے آپ چلے جاتے تھے کہ راہ میں دیکھا کہ کچھہ لوگ ایک زندہ عورت کو مردے کے ساتھہ دفن کر رہے ہیں فوراً بمشاہدہ اس سانحہ کے آپ کانپ اُٹھے اور اُن لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے لگے۔ غرض اسی طرح کے بد اور ظالمانہ رواجات آپ نے راہ میں کئی جگہ مشاہدہ کئے اور آپ کا غم و الم بڑھتا گیا۔ کچھہ عرصہ کے بعد یہ وسیع بیابان طے کرکے ایک آبادی میں علی الصباح پہونچے۔ لوگوں کو غافل پاکر یہ ندا شروع کی۔ نوٹ :- یہ آبادی اجانگری کے نام سے موسوم تھی جسکو اب اجمیر کہتے ہیں)

بیدار ہو کہ صبح قیامت قریب ہے
ہشیار باش روز عدالت قریب ہے

اعمال تولے جائیں نہایت قریب ہے
دوزخ بدوں کے نیکو نکے جنت قریب ہے

تخم بدی نہ آئے تھے بونے کے واسطے
دنیا نہیں ہے قبر ہے سونے کے واسطے

([illegible] اجمیر شریف سے [illegible] فاصلہ پر جانب [illegible] واقع ہے)

ملے اس مسدس سے ہر شخص کو سبق لینا چاہئے۔ کیونکہ دنیا دنی عبرت کدہ ہے۔

اہل آبادی کو یہ صدا سنا تے آپ مشرقی جانب کی ایک پہاڑ کی گھاٹی پر تشریف لائے۔
(اس گھاٹی کا نام گھوگرا گھاٹی تھا۔ گھوگرہ گھاٹی اجمیر شریف سے تین میل کے فاصلہ پر جانب شرق
واقع ہے)۔ مسافت راہ نے قیام کرنے پر مجبور کر دیا۔ بسم اللہ کہہ کر دھونی رما دی اور تلاوت قرآنِ مجید
کرنے لگے۔ کچھ عرصہ کے بعد آثار سحر نمودار ہوئے آفتاب نے ظلمات کے سینکڑوں پردے طے کرنیکے
بعد پھر اہل دنیا کو اپنے روشنی کے چشمہ سے مستفیض کیا۔ اہل دنیا کاروبار میں مصروف ہوئے
مگر شاہ صاحب کہ تارکِ دنیا تھے دن بھر اللہ اللہ کرتے رہے۔ آخر شب ہوئی پردۂ ظلمت پھر
خلق پر چھا گیا۔ جا بجا پھر شوالوں اور مندروں سے گھنٹوں کی اور سنکھوں کی صدائیں آنے لگیں۔
پس یہ بھی جانب قبلہ مُنہ کر کے کھڑے ہوئے اور اذاں کہنا شروع کی دو پہر رات گذرنے کے
بعد شاہ صاحب نے پھر وہی شعلے بلند ہوتے دیکھے جو قبل ازیں ہمدان میں نظر آچکے تھے پس
سمجھ لیا کہ سفر تمام ہوا۔ منزل مقصد پر شکر ہے کہ آپہونچا یہ کہہ کر شکر کے کئی سجدہ درگاہ باری
میں ادا کئے۔ پھر سورہ فلق پڑھ کر اس روشنی کی طرف دم کیا فوراً سحر باطل ہوا آتش اندوختہ
سرد ہو گئی۔ جب صبح ہوئی تو چند دہقانی جو اس گھاٹی کے نشیب میں ہو کر گذر رہے تھے۔
حاضر ہوئے۔ شاہ صاحب نماز سحر ادا کر رہے تھے یہ نئے طریقہ کی عبادت دیکھکر دہقانیوں کو
تعجب ہوا لیکن جب تک یہ فارغ نہیں ہوئے وہ ٹھیرے رہے بعد فراغت شاہ صاحب نے ان کی
طرف جو رخ کیا تو وہ دہقانی جبین مبارک سے نور ساطع دیکھکر گرویدہ ہو گئے اور مہاراج
مہاراج کہتے قدموں پر گر گئے۔ اتفاقیہ ان دہقانیوں میں تین کوڑھی تھے آپ کو ان کے حال زار
پر رحم آیا خاک کی چٹکی دھونی میں سے ان کو دی مریضوں نے کہا لیا شان خدا فوراً بمجرد پہونچنے
حلق میں اس خاک نے اکسیر کا کام کیا تینوں مریض بحکم خدا صحت یاب ہوئے اس کرامت نے
رفتہ رفتہ ایسا زور پکڑا کہ گھوگرہ کے تمام باشندے آپ کے مطیع و فرمانبردار بن گئے یہاں تک کہ
راجہ کے دربار کی تمام خبریں آپ تک پہونچانے لگے۔ شاہ صاحب نے اس عرصہ میں وہ تمام ماہیت
بھی اہل گھوگرہ سے معلوم کر لی کہ جس کی تفتیش میں اسقدر حیرانی اور پریشانی برداشت کی تھی۔
شدہ شدہ شاہ صاحب کی کرامت کی خبر راجۂ اجمیر تک پہونچی۔ یہ معلوم ہونے پر کہ وہ شخص
محمدی ہے اس کی رگِ تعصب جوش میں آکر استادہ ہو گئی۔ چاہا کہ حسب عادت کولھو میں پل کر

استخواں ریزہ ریزہ کر دے مگر نہ کر سکا۔ کیونکہ شاہ صاحب کی کرامات کا سکہ لوگوں کے دلوں پر کامل بیٹھ چکا تھا اکثر لوگ فیضیاب ہونے کی وجہ سے معتقد ہو گئے تھے۔ کئی مرتبہ گرفتاری کا حکم دیا مگر بجز ایک پہلوان کے جس کا نام ساونت تھا کسی نے یہ جرات نہ کی لیکن وہ بھی آپ کی کرامت سے موت کی دیوی کے بھینٹ چڑھ گیا۔ دھونی میں سے شعلہ نے اتفاقیہ بلند ہو کر اس کے لباس میں آگ لگا دی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں خاکستر ہو گیا۔ ایک روز اتفاقیہ ایک گوجری اُس طرف سے دہی کا گھڑا لے کر برآمد ہوئی شاہ صاحب نے دہی لینا چاہا۔ گوجری نے اس خیال سے کہ یہ فقیر ہے قیمت مطلوبہ کس طرح ادا کر سکے گا دو سونے کے ٹکے (اشرفی) اس دہی کی قیمت بتلائی۔ شاہ صاحب نے یہ عہد لے کر کہ اگر دہی ترش نہ ہوا تو ہم قیمت مطلوبہ دے کر خرید لیں گے پس گوجری بھی رضامند ہو گئی اور دہی کا گھڑا شاہ صاحب کے روبرو رکھدیا آپ نے بسم اللہ کہہ کر جو انگشت شہادت سے لے کر دہی چکھا تو ذائقہ ترش پایا پس حسب وعدہ خرید کرنے سے انکار کیا۔ لیکن قیمت مطلوبہ یعنی دو اشرفی تھیلی سے نکال کر اس کے اصرار پر دے دی اس قضیہ میں جو گوجری کو دیر ہوئی تو راجہ کا ملازم گوجری کو بلانے کے لئے وہاں آیا (کیونکہ یہ گوجری اکثر راجہ کے رسوڑے کے واسطے روزمرہ دہی لیجایا کرتی تھی۔) گوجری نے بمجرد دیکھ پانے اس ملازم کے فریاد و الغیاث شروع کی۔ حتیٰ کہ معاملہ راجہ تک پہونچا۔ راجہ نے شاہ صاحب کو بلوایا اور چاہا کہ سزائے موت دے مگر اس کی لڑکی سمی تارابائی نے علم نجوم سے دریافت کر کے اپنے باپ کو اس ظلم کے کرنے سے باز رکھا بلکہ بعض اراکین بھی مانع ہوئے آخرالامر وہ انگلی کہ جس سے شاہ صاحب نے دہی چکھا تھا مجرم قرار دیکر قلم کرا دی گئی۔ شاہ صاحب نے بموجب قلم ہونے انگلی کے نعرۂ تکبیر (اللہ اکبر) بلند کیا۔ تمام ایوانِ شاہی لرز گیا۔ وہ سنہری مورتیں کہ جو راجہ کے تخت مرصع کے اطراف میں نہایت شان سے نصب تھیں کانپ کانپ کر منہ کے بل زمین پر گر پڑیں یہ دیکھکر راجہ خوف زدہ ہوا۔ اور دربار سے بھاگ نکلا۔ تمام اراکین پر بھی ہیبت طاری ہوئی شاہ صاحب بھی یہ کرامت دکھلا کر ہنستے ہوئے بریدہ انگشت کو لے کر قیام گاہ (گھوگرا گھاٹی) پر واپس تشریف لائے اور اس پارۂ انگشت کو دفن کیا اور خطاب فرمایا کہ گو مجھے تیرا فراق قیامت ہے لیکن اے انگشت

نہ گھبرا۔عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ تیرے قلم ہونے کی داد ملے تو گویا اس کفرستان میں ایک مِیخ اسلام ہے۔ ہلال اسلام برج شرف سے عنقریب طلوع ہو کر اپنی روشنی اس ظلمت کدہ پر پھیلانے والا ہے۔ یہ انگشتِ بریدہ سے خطاب کرکے بسم اللہ کہا اور چل نکلے۔ اور واپس ملک اسلام کی راہ لی۔ (عبدالستار) اور عین بروز عشرۂ محرم الحرام روضۂ مقدس جناب حبیب خدا اشرف الانبیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر ہو کر فریاد کی۔

(نوٹ : یہ مضمون ایک ہندو راجہ کے کتب خانہ سے دستیاب ہوا ہے)

عجب رنج والم کا دور تھا کہ روضۂ اقدس پر اداسی چھائی ہوئی تھی۔ اور یہ معلوم ہوتا تھا گویا ہر سال آنے والے غم نے نواسہ کے ماتم میں نانا کی روح کو بیتاب کر رکھا ہے۔ پس یہ فریادی درد رسیدہ پہونچا۔ اور اس درد آمیز لہجہ میں فریاد کی کہ تمام حرم محترم کے در و دیوار کانپ اُٹھے۔ فوراً ہی ضریح مطہر سے ندا ہوئی کہ اے مظلوم ستم دیدہ مستغیث رنجیدہ خاطر نہ ہو۔ آفریں ہے تجھے۔ کہ تو نے کارسعید پر اپنی کمرہمت کو مضبوط پٹکے سے باندھا ہے۔ مژدہ ہو تجھے۔ کہ صلہ اس تکلیف کا راحتِ ابدی ہے۔ ہمارے بھی قلب پر تیری تکلیفات کا کافی احساس ہے۔ مگر نہ گھبرا۔ اور جا ہمارے پیارے لختِ جگر نور البصر امیر سیّد حسین غازی و مجاہد کی خدمت میں اور یہ ہمارا احکام اُسے سنا۔ اغلب ہے کہ وہ بت شکن اس کارخیر میں فی سبیل اللہ حصہ لے کر تیری دادرسی کرے۔ اس سے قبل کہ تو ہم سے فریاد کرے ہم تیری سفارش بشارتاً اس سے کر چکے ہیں۔ اے مستغیث صبر کر اُس ظلم پر کہ جو دشمنانِ اسلام کے دستِ تظلم سے تجھ پر ہوا ہے۔ کیونکہ اللہ بڑا بدلہ لینے والا ہے روز قیامت میں۔ کیا نہیں جانتا تو؟ کہ اشاعتِ اسلام کی خاطر میں نے اور میرے پس ماندوں نے کیسے کیسے شدید ظلم مخربان اسلام کے ہاتھ سے پائے ہیں۔

حضرت روشن علی شاہ صاحب کا استغاثہ

اور غازی اسلام صاحب صمصام جناب میر الصاحب نور اللہ مرقدہ کا دادرسی ہونا

جناب امیر سید حسین قاتل کفار شہسوار میدان کارزار ملقب بہ خنگسوار نور اللہ مرقدہ کا وطن شریف شہر مشہد مقدس تہا۔ آپ کا اسم اقدس اکثر کتب ہائے سیر سے اور کتاب شجرۃ السادات سے حسین اصغر معلوم ہوتا ہے۔ امیر خطاب ہے جس کے معنی سردار کے ہیں۔ سید ابراہیم محدث (کہ جو زبردست بزرگ اسلام تھے) رحمۃ اللہ علیہ کے آپ فرزند گرامی ہیں۔ صرف نواح وطن میں ہی نہیں بلکہ تمام عراق و عجم میں آپ کی شجاعت کی دھاک تھی۔ بفضل خدا سے کوئی ہمسر نہ تہا کہ مقابلہ کا دعوی کرتا۔ لاکھوں سرکش آپ کی شمشیر شجاعت کو مانے ہوئے تھے۔ زہد و تقوی حسب طریقۂ آب وجد آپ کا شعار تھا۔ جس کی شاہد تواریخ فرشتہ وغیرہ دیگر کتب ہائے سیر ہیں باوصف ان سب اوصاف حمیدہ کے آپ زبردست عالم بھی تھے۔ اور اس لئے اطراف و جوانب میں آپ کی اجتہادی عملداری قائم تھی۔ آپ کی عمر شریف کا بہت کچھ حصہ آپ کے والد ماجد (سید ابراہیم محدث علیہ الرحمۃ) کے ذخیرۂ تصانیف کے جمع کر کے مشرح کرنے میں صرف ہوا۔ آپ کا شجرہ نسب حسب ذیل ہے:

سید حسین اصغر ابن سید ابی عبد اللہ (سید ابراہیم محدث) ابن سید احمد نقیب القم ابن سید محمد الاعرج۔ ابن سید ابو علی ابن سید احمد اکبر ابن سید ابو جعفر موسی المبرقع ابن سید امام محمد تقی علیہ السلام۔ سید محمد جائدی کی دختر نیک اختر بی بی ہاجرہ خاتون رحمۃ اللہ آپ کی والدہ معظمہ تھیں۔ سید محمد تقی اور سید محمد نقی رحمۃ اللہ علیہ (سید محمد جائدی کے فرزند ارجمند) آپ کے حقیقی ماموں تھے۔ سید ابو طیب اور سید شہاب۔ کہ جن کا اسم گرامی سید وجیہہ الدین بھی لکھا پایا ہے۔ امیر سیستان کے فرزند تھے۔ ان کی

ہمشیر کی شادی بھی سید ابراہیم محدث علیہ الرحمۃ سے ہوئی تھی مگر وہ لاولد فوت ہوگئیں لہذا یہ دونوں بزرگ بھی حضور کے ماموں تھے۔ الغ خاں امیر بخارا و خوقند بھی آپ کے طالبوں میں سے تھے۔ کتاب تذکرۃ العارفین سے آپ کا سن شریف سینتالیس سال کا واضح ہوتا ہے برخلاف اس کے آپ کی عمر شریف اٹھارہ سال کی مشہور ہے یہ بھی اکثر روایات سے واضح ہوتا ہے کہ عالم شباب میں پہلے بھی آپ کی شادی ہو چکی تھی۔ اور ایک فرزند مسمّی سید مثنیٰ کہ جن کا عرف سید ابو صالح لکھا ہے اس خاتون مرحومہ کے بطن مبارک سے متولد ہوئے تھے چنانچہ اب تک اطراف اودھ و ضلع متوسط میں جو خنگ سواری سید آباد ہیں آپ ہی کی نسل مبارک سے ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ مگر یہ روایت کسی قدر ضعیف ہے بلکہ روایت صحیح یہ ہے کہ آپ نے دنیا کو ناچیز خیال کر کے عمر کا ایک بڑا حصہ عالم تجرد میں بسر کرنے کے بعد قصد نکاح سنتِ رسول بجالانے کی غرض سے کیا۔ (ملاحظہ ہو کتب ہائے فقہ کہ کس قدر ثواب نکاح ان میں مندرج ہیں) اور خواجہ سید علے ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی دختر نیک اختر بی بی سارا خاتون سے نکاح خوانی کا انتظام فرمایا عین اسی وقت جب کہ بزم نکاح خوانی میں کئی ہزار مجاہد جرار و شجاع و نیز امرائے مملکت ہائے اسلام جمع تھے۔ حضرت روشن علی شاہ رحمۃ اللہ نے فریادانہ لہجہ میں استغاثہ شروع کیا۔ (استغاثہ عربی زبان میں تھا مصنف کتاب ہذا نے بزبان سلیس فارسی ترجمہ کر کے نظم کیا:-

استغاثہ

وارثِ تیغ جنابِ شہِ مرداں مددے — مظہرِ دیں مددے سید میراںؒ مددے

ساغرِ آبِ کرم تشنہ لباں راید ہد — مصدرِ لطف و عطا چشمۂ احساں مددے

کشور ہند شدہ تار مثالِ شبِ تار | مہِ انور مددے مہرِ درخشاں مددے

مددے برخیز و برکش بہ غضب تیغ علی | ہمہ پامال شدہ قوم مسلماں مددے

یورشِ کفر بر اسلام نماید چہ عجب | خِنگ اسوار پئے فخرِ رسولاں مددے

کشتیِ دیں شدہ تاراج بہ گرداب بلا | صورت ابر سیہ آمدہ طوفاں مددے

سالہا سال گذشتہ کہ شدم بیخور و خواب | از جفائے ستم گنبدِ گرداں مددے

درو منداں صنم باز فراموش شدند | برکشید تیغ یداللہ بہ میداں مددے

مونسِ کل جہاں راہبر باغ جناں | مطلب کن فیکون معنیٔ قرآں مددے

سیدی۔ آل نبی - حیدری و حسینی ، | منبع نور خدا مشعلِ ایماں مددے

سرور عالی نسب ہم رد شہ شاہ عرب | دافعِ رنج و تعب رحمت سبحاں مددے

آمدہ ام بہ در تو ز در ختم نبے | ایکہ ہم قدرت و ہم شان سلیماں مددے

کن نظر جانبِ انگشتِ شہادت مقطوع

اے دوائے مرضِ عیسیٔ دوراں مددے

یہ استغاثہ جو شاہ صاحب موصوف نے بہ لہجہ گریہ و زاری کیا سنتے ہی تمام حضار بزم کانپ اُٹھے۔ اور تمام انجمن میں سکتہ ہو گیا خصوصاً جناب امیر سید حسین خِنگ سوار نور اللہ مرقدہ کے شیشۂ قلب پر ایک سخت چوٹ لگی اور وہ بشارت یاد آگئی جو وقتِ زیارت روضۂ مطہر جناب سرور کائنات میں ندائے غیب کے طریقہ میں ہوئی تھی۔ نعرۂ تکبیر کہہ کر جھومنے لگے اور مسند عروسی چھوڑ کر علیحدہ ہٹ گئے پھر حاضرین بزم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ایہا الناس مبارک ہو تمہیں اس فریادی کا فریاد کرنا اس فریاد کی صدا کو پیغام اجل سمجھو اور جنت الفردوس کی ہوا کھانے پر تیار ہو جاؤ۔ شکرِ خدا کہ سخت انتظار کے بعد آج وہ یوم سعید میسر آیا جس کے متعلق مجھے جناب جنتی مآب صلعم کی بارگاہ سے قبل ازیں بشارت مل چکی ہے۔ یہ وہ ہی

نوید جاں بخش ہے کہ جس کی سماعت کے لئے میری ہر رگِ جسم ہمہ تن گوش بنی ہوئی تھی۔ میرے حرماں نصیب قلب مردہ کو اس صورت خوش الحاں نے گویا تازہ حیات بخشی ہے۔ واللہ باللہ فرض ہوا مجھ پر کہ جب تک تعمیل حکم آنحضرت صلعم شریعت پناہ نہ کرلوں گا ہرگز ہرگز فرش خواب پر کمر نہ لگاؤں گا۔ یہ عروسیٔ دنیا مبدل بہ عروسیٔ عقبیٰ ہو چکی کچھ عرصہ کے لئے یہ غیر بقا خوشی مناکر دار فانی کے پرپیچ دام زلف میں اپنے مرغ خیال کو کیوں پھنسایا جائے۔ پس بہتر ہے کہ میں کبھی اس دنیا ذال پرفریب سکو چلتے وقت تک منہ نہ لگاؤں اور تم بھی اس پر سابقہ کے زاہدوں کی طرح ہزار ہزار طلاق کہو۔ یہ فرماکر ممبر گردوں وقار پر تشریف لے گئے اور خطبہ بلیغ بحمد خدا و نعت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھ کر قرآن مجید کی وہ آیت ....

.... تلاوت فرمائی جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ خوشا وہ لوگ جو اسلام کی حمایت میں کافروں کے ہاتھ سے قتل کئے جاتے ہیں ہماری راہ میں پس وہ شہید ہیں۔ اور نہیں مرتا شہید یہاں تک کہ میوہ کھاتا ہے باغ جنت کے اور پانی پیتا ہے حوض کوثر وسلسبیل کا بالتحقیق کہ ہر ایک قطرہ اس کے خون کا بہائے جنت ہے۔ یہ سماعت کر کے حاضرین بزم ایک زبان ہو کر نعرۂ تکبیر کہہ اٹھے۔ سید شہاب کہ جن کا اسم گرامی سید وجیہ الدین رحمۃ اللہ علیہ بھی تھا بآواز بلند فرمانے لگے کہ سب سے پہلے جو شخص اس کار نیک میں حصہ لینے کے لئے تیار ہے وہ میں ہوں۔ میں اپنے جوانمرد بھانجے کی حمایت کے لئے راہِ خدا میں جان اور مال سے کام آنے کے لئے مستعد ہوں یہ تمام خلقت زرتار جو میں اپنے بھانجے " سید حسین اصغر کے لئے لایا ہوں (یعنی منڈھا) راہِ خدا میں لٹا دیا جائے۔ صرف میں ہی بذات خود نہیں بلکہ یہ بارہ ہزار جنگ آزما جوان جو میری ہم کاب ہیں۔ اپنی اپنی جانیں فدا کرنے کو تیار ہیں۔

نوٹ (خواجہ سید وجیہ الدین شہیدی علیہ الرحمۃ کا مزار معہ بارہ ہزار ہمراہیان علیحدہ بنے ہوئے ہیں اور بارہ ہزاری گنج شہیداں کے نام سے مشہور ہیں۔ زائرین کا فرض ہے کہ تاراگڑھ پر آکر یہاں کی فاتحہ خوانی سے محروم نہ رہیں) الغ خاں امیر بخارا نے بھی پچاس ہزار سوار ہمرکاب کرنے کا عہد راسخ کیا۔ خواجہ سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ بھی معہ اپنے ایک ہزار طالبان کے ہمراہی پر تیار ہو گئے۔ علم جہاد نصب کیا گیا۔ کہتے ہیں کہ قلیل عرصہ میں ایک لاکھ سے زائد تعداد معاونان اسلام کی ہو گئی (تقریباً ایک لاکھ اسی ہزار کی تعداد کتب سیر سے آپ کے لشکر کی ظاہر ہوتی ہے)

نوٹ:۔ یہ خبر جو سارا خاتون (یعنی آپ کی منسوبہ) کو معلوم ہوئی کہ دولہا عروس عقبیٰ کا طلبگار ہے پس میرا بیوہ ہو کر دار فانی میں رہنا بجز پریشانی اور مصیبت کے کچھ نتیجہ نہیں رکھتا۔ لازم تو یہ ہے کہ میں قبل شہادت دولہا کے موت کے پردہ میں روپوش ہو جاؤں۔ تاکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سرخروئی کا باعث ہو پس یہ خیال کرکے فوراً رو بہ قبلہ ہو کر جناب باری تعالیٰ میں بہ خشوع و خضوع دعا کی کہ

یعنی دعاؤں کے سننے والے حاجتوں کے برلانیوالے محمد صلعم کی حرمت کے طفیل میں تو میری دعا کو بھی سماعت فرما اور اس حجرے کی زمین کو حکم کر کہ مجھے اپنے گوشۂ دامن میں دولہا سے پہلے چھپا لے۔ فوراً بمجرد کرنے دعا کے حجرے کی (جس میں آپ کا محافہ لگا ہوا تھا) فرش شق ہوئی اور وہ خاتون اس میں سما کر ہمیشہ کے لئے خلقت کی نظر سے روپوش ہو گئیں۔ اس وحشت اثر خبر نے دولہا (یعنی امیر سید حسین خنگ سوار) کے دل پر ایک حد درجہ کا اثر کیا پس آپ نے بھی ہفتہ عشرہ میں سامان سفر مہیا کرکے اور والدہ ماجدہ سے اذن لے کر مراجعت کی تیاری کی۔

نوٹ ماہ رجب میں دو قبر پوش اہل مصر کی جانب سے نذر گزرانے جاتے ہیں

اور ان میں سے ایک حضرت سارا خاتون کے مزار پر اور ایک آنحضرت صلعم کے مزار مبارک پر چڑھائے جاتے ہیں۔

آغاز محاربہ

شہید راہ خالق ہیں مراتب انکے اعلیٰ ہیں — خدا کو جو خدا سمجھے وہ ان کا مرتبہ سمجھے
ملایک تک ہیں قاصر جبکہ انکی رتبہ دانی میں — بشر کی کیا حقیقت ہے بھلا سمجھے تو کیا سمجھے

کتب حمیدہ سیر سے اس جنگ کا سنہ ۳۹۱ھ ثابت ہوتا ہے اور کتاب حمایت الاسلام سے سنہ ۴۲۳ھ برآمد ہوا ہے اور اہل ہنود کے پرانے ساکھوں سے بھی اسی کے قریب کا زمانہ ظاہر ہوتا ہے۔ اہل تاریخ کی کم توجہی سے اس عظیم الشان جنگ کی تفصیل کا کافی پتہ نئی تواریخوں میں نہیں لگتا۔ کیونکہ انہوں نے ہر حملہ کو حملہ شاہی خیال کر کے کبھی محمود شاہ غزنوی کی ہمراہی تسلیم کی ہے۔ اور کبھی شہاب الدین غوری کے سلسلہ سے اس سلسلہ کو پیوستہ کیا ہے کوئی یہ کہتا ہے کہ آپ محمود شاہ غزنوی کی فوج کے سردار تھے۔ اور کوئی رقمطراز ہے کہ آپ شہاب الدین غوری کی فوج کے سپہ سالار تھے۔ پس یہ غلطی غلطی ہی نہیں بلکہ عدم واقفیت ہے کیونکہ دونوں شاہان مذکورہ بالا کے درمیان کثیر زمانہ کا تفاوت ہے۔ جہاں تک بزرگوں سے سنا گیا اور جہاں تک تفتیش ذاتی کی گئی یہی واضح ہوا کہ یہ جنگ کسی دیگر جنگ سی کوئی تعلق نہیں رکھتی بلکہ یہ واقعہ درمیانی واقعہ ہے نہ اس کو محمود شاہ کے حملوں سے مناسبت ہے اور نہ شہاب الدین کی یورش سے موافقت ذرا اہل بصیرت غور تو کریں کہ جس شخص کو آنحضرت صلعم کی بشارت کی تعمیل مدنظر ہوا سے دنیادی اور شاہی امور سے کیا علاقہ جو شخص عند اللہ کام انجام دینے کی خوشی میں شادی چھوڑ دے وہ سپہ سالاری کب اور کیونکر کر سکتا ہے۔ چنانچہ خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ نے خود اس مسئلہ کو تسلیم



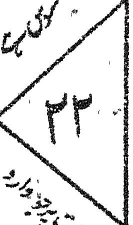
کیا ہے۔ کہ غازی امیر سید حسین خنگ سوار اور نیز میں بغرض اشاعت اسلام وارد ہند ہوئے ہیں نہ کہ بغرض ملک گیری پس اہل اسلام روایات مذکورہ سے نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ ایسے غازی مجاہد محسن اسلام کو کسی بادشہ کا ملازم بتلا کر سورج کو گہن لگانا۔ اور چاند میں عیب نکالنا ہے۔ ہاں مجھے بھی یہ تو تسلیم کرنے میں ذرا عار نہیں کہ شہاب الدین کی فوج میں ایک جو انمرد سید حسین سپہ سالار تھا جو بعد فتح اجمیر و دہلی کچھ عرصہ تک قلعہ دار بھی رہا ہے۔ مگر یہ خیال کا فرق ہے۔ کجا چاند کجا ستارے یہ اور وہ اور ہمنام ہونے سے تشبیہ موزوں نہیں آتی تا وقتیکہ وہ اوصاف بھی نہ ہوں یہ سید حسین اصغر ملقب بہ خنگ سوار قاتل کفار ہیں۔ یہ شوق شہادت میں تمام حشمت دنیا پر لات مار کر آوارہ وطن ہوئے ہیں۔ پھر معاذ اللہ ملازمت کیسی :۔

آمدم بر سر مطلب اسلامی دنیا میں جو کچھ کارنامے حضور امیر سید حسین خنگ سوار نور اللہ مرقدہٗ نے کئے اس کے ثبوت میں آنحضرت کی بشارت اور پھر اس پر دو شغلی شاہ کی وادرسی و جابجا کی بت شکنی کافی و وافی ہے۔ کیونکہ ہر کارے ہر مردے یہ مثل مشہور چلی آتی ہے یہ کام آپ ہی کی ذات فیض برکات سے متمسک تھا۔ آپ ہی کی تلوار میں وہ برش تھی جس کی ضرورت کروڑوں کفار کے مقابلہ میں پیش آتی تھی پس قیاس کرنے پر آپ کی ذی مرتبت عز و شان کا پتہ چل سکتا ہے کہ جس مجاہد کی ذات پر جناب اشرف الانبیاء محبوب خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ایسا بھروسا ہو کہ ایک مظلوم بیکس فریادی کو وادرسی کے لئے آپ کی خدمت میں بھیجا جائے۔ وہ جرار ازلی حسب منشائے حاکم تعمیل حکم بجالائے تو پھر تعمیل کنندہ کس قدر اس حاکم کو پیارا ہوگا۔ اور اس کا فعل کس قدر وفاداری پر مبنی ہوگا۔ سچ ہے بقول مصنف

شعر

یہ تصدق سب ہے میراں کا جو ہے گھر گھر میں دین
ورنہ یاں اس ہند میں پہلے مسلماں کون تھا

القصہ حضور امیر سید حسین خنگ سوار نور اللہ مرقدہٗ نے بعد ترتیب لشکر کثیر شہید سے
جانب ہند مراجعت کی اور آنے سے اس فوج کثیر کے چار حصہ کرکے ایک ایک دستہ کی علمداری
ہر چہار غازیوں کے سپرد کی چند یوم میں یہ خبر اطراف و جوانب میں مشتہر ہوگئی۔ بالخصوص
اہل سندھ اور اہل پنجاب پر اس کا زبردست اثر پڑا (آپ کے لشکر کے علمدار سید محمد تقی سید
محمد نقی سید وجیہ الدین و سید خواجہ علی ہمدانی تھے) لوگ خوف زدہ ہو ہو کر تارکِ وطن
ہونے لگے مگر آپ نے اسلام کی تعلیم کے خلاف ہرگز اپنے لشکر سے قتل عام کا کام نہ لیا
بلکہ جس آبادی میں بھی پہونچے۔ پہلے خواجہ سید علی ہمدانیؒ و دیگر علماء کے ذریعہ
سے وعظ و پند سے کام لیا۔ اسلام کی خوبیاں اور کفر کی خرابیاں اچھی طرح لوگوں
پر ظاہر کردیں اس پر بھی رغبت اگر جانب اسلام نہ ہوئی تو ان کو کرامتیں دکھلا دکھلا کر
اسلام کی سچائی کی طرف مائل کیا۔ ان کے باغات کے خشک درختوں کو شاداب
اور بار آور کرکے دکھلادئے۔ بحکم خدا ان کے مریضوں کو امراض مہلک سے شفا دی
جابجا نیزے زمین پر مار مار کر سرد آب کے چشمے جاری کئے۔ بالفرض اگر کوئی
مشرک ان امور کو مشاہدہ کرتے ہوئے بھی ایمان نہ لایا تو البتہ تلوار کے گھاٹ اتارا
گیا قوم بلوچ (اہل بلوچستان) آج تک سکہ مانے ہوئے ہے بلکہ خود مقر ہیں کہ ہم
حضور امیر سید حسین خنگ سوار نے تلقین اسلام کی ہے۔ ملک سندھ میں اکثر مقامات
میں آپ کے قدم مبارک کے نشانات آج تک موجود ہیں تمام اطراف سندھ میں آپ
سید میراں سرتاج پیراں کے نام سے مشہور ہیں آپ کے رحیم ہونے کے ثبوت میں
یہ روایت کافی ہے کہ جب راجہ ملتان نے حاضر ہوکر معافی مانگی تو آپ نے اطمینان
دلایا۔ کہ ہرگز محمود شاہ غزنی کی طرح میرا قصد ملک گیری کا نہیں میں دشمنِ نسل انسان
نہیں بلکہ دشمنِ کفر ہوں۔ اگر تو اسلام کے متبرک پانی سے اپنے زنگ آلودہ شیشۂ دل
کو دھو ڈالے تو تیرے ملک کو ضرر نہ پہونچے گا ورنہ غازیان لشکرِ اسلام کی چمکتی



ہوئی تیغیں کفاروں کے خون سے آلودہ کی جاویں گی۔ یہ شرط منظور نہ کرنے پر آغاز جنگ ہوا و ہفتہ پیہم میدان وغا گرم رہنے کے بعد اسلام کا بول بولا ہوا۔ راجہ ہزیمت پاکر فرار ہو گیا۔ لشکر اسلام نے لوگوں کو تلقین ایمان کرنا شروع کیا۔ اس سلیمان حشم کی آمد کی خبر ہوا نے ملک گجرات میں پہونچا دی کفار کا سومنہ فق ہو گیا۔ محمود غزنوی کی وحشت ابھی دل سے محو نہ ہوئی تھی کہ یہ خوف جدید زنجیر پا بن گیا۔ ادھر لشکر اسلام فتح کے دریا میں پیرتا ہوا ساحل گجرات تک چند عرصہ میں آپہونچا۔ کارروائی شروع ہونے سے پیشتر ہی لوگ جوق جوق آکر مشرف بہ اسلام ہونے لگے ہرچند کفار نے بتخانوں کی حفاظت کے لئے بڑی بڑی سرگرم کوششیں کیں۔ لیکن بموجب مصرعہ: چل سکتا ہے جادو کہیں اعجاز کے آگے۔ آخر حق۔ حق ہی نکلا۔ اور باطل باطل ہی رہا۔ وہ بتکدہ کہ جو محمود غزنوی کے بعد مرمت کرکے از سر نو درست کر لئے گئے تھے پھر کھنڈر بنا دیئے گئے۔

غرضکہ جب بت شکنی سے فراغت ہوئی تو حضور پر نور نے روشنعلی شاہ سے دریافت فرمایا کہ اب وہ ظلم کدہ کہ جہاں تمہاری انگلی قلم کی گئی ہے کتنی دور ہے۔ زمانہ زیادہ گزر چکا ایسا نہ ہو کہ تعمیل بشارت میں تاخیر ہو جائے۔ اب لازم ہے کہ ہم جلد اس طرف مراجعت کریں۔ اور خواجہ سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کو یہاں بغرض تعلیم مسائل (یہاں کے طلباء کے) شرعی فروکش رہنے دیں۔ پس یہ تجویز مناسب جان کر منظور کی گئی۔ اور خواجہ صاحب موصوف کو وہاں مع ان کے طالبان کے چھوڑ کر باقی ماندہ لشکر نے ملک راجستان کی راہ لی۔ اور حسب عادت اشاعت اسلام کرتے ہوئے اجانگری (اجمیر) کے بالکل قرب مقام پوکھر میں آکر فروکش ہوئے ⁂

خواجہ سید علی ہمدانیؒ کے حالات

اسلامی دنیا میں کون ایسا ہے کہ آپ کے حالات سے واقف نہیں ایک بزرگ اسلام ہونے کے علاوہ بھی آپ کی ذات ستودہ صفات محتاج بیان نہیں آپ کی بے شمار تالیف وتصانیف قیامت تک آفتاب مہتاب بن کر اسلامی دنیا میں چمکتی رہینگی اس میں کلام نہیں کہ زہد وتقویٰ میں آپ یکتائے روزگار ہونے کی وجہہ سے افتخار سرمایۂ اسلام ہیں۔

تمام صاحبزادہ گان آستانۂ حضور امیر سید حسین خنگ سوار نور اللہ مرقدہٗ آپ ہی کی پاک اور مقدس نسل سے ہیں (خدا توفیق عطا کرے ہر امتی کو کہ وہ ان سادات کی دعا لے اور ان کی خدمت کو سعادت دارین سمجھے) آپ نہایت کبیرسن تھے۔ مگر اسلام کی خدمت کرنے میں جو کچھ بھی تکالیف پیش آئیں۔ نہایت ہمت مردانہ سے برداشت کیں۔ لشکر اسلام سے جدا ہو کر سرحد گجرات میں آپ نے اپنے فرض منصبی (تلقین ایمان) کو اس حسن وخوبی سے ادا کیا کہ سنہرے حرفوں میں لکھنے کے قابل ہے۔ قلیل عرصہ میں اس عمدگی سے تعلیم اسلام کی کہ بالعموم لوگ حق وباطل میں تفاوت سمجھنے لگے۔ اکثر نے اپنے گلوں سے زنار نکال کر پھینکدی۔ بتوں کو توڑ ڈالا۔ آفتاب ومہتاب پرستی گناہ سمجھ کر ترک کردی۔ مصنوعی دیوتاؤں کو خیر باد کہہ دیا۔ (بقایا حالات آئندہ بیان ہوں گے)

ادھر لشکر اسلام منزل مقصد پر آن پہونچا اور پشکر (جسے پوکھر بھی کہتے ہیں) کے میدان میں خیمہ استادہ کر کے فروکش ہوا کہتے ہیں کہ یہاں ایک پانی کا چشمہ بہتا تھا۔ جس پر اہل خلاف قابض تھے۔ اہل اسلام کا پانی بند کر دیا گیا۔ گھاٹ روک لئے گئے یہ خبر پاکر حضور کرامت مآب جناب امیر سید حسین خنگ سوار

نور اللہ مرقدہٗ نے بسم اللہ کہہ کر زمین پر ایک نیزہ گاڑا۔ فوراً بحکم خدا چشمہ جاری ہوا۔ اور ایسا ابلا کہ بہہ کر چل نکلا۔ حتیٰ کہ پرانے چشمہ سے جا ملا ایک کوڑھی (برصی) چرواہا جو اس پانی سے نہایا بحکم خدا صحت یاب ہوگیا اب یہ خبر مشتہر ہوئی۔ اطراف و جوانب کے مریض آ آ کر نہانے لگے۔ (چنانچہ اب تک اہل ہنود ہر سال اس چشمہ میں آکر نہاتے ہیں منجملہ دیگر تیرتھوں کے یہ بھی ایک بڑا تیرتھ مانا جاتا ہے بلکہ سالانہ میلہ نہایت ہی بڑے پیمانے کی صورت میں یہاں ہوتا ہے) کچھ عرصہ قیام پذیر رہنے کی وجہ سے کما حقہٗ معلومات لشکر اسلام کو اجانگری (اجمیر) کے متعلق ہوگئی حضور انور نے اور بہت سی کرامتیں یہاں ظاہر کیں آخر یکم جمادی الثانی کو بعد فراغت نماز ظہر کوچ فرما کر آناساگر کے میدان میں آکر فروکش ہوئے۔

بعض روایت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے ہمراہ جو عربی گھوڑے بکثرت تھے۔ لہذا باشندگان اور نیز راجہ آپ کو تاجر سمجھے اور اکثر وہاں آکر گھوڑوں کی خریداری کرنے لگے۔ خود راجہ بھی ایک روز معہ اپنے پسر کے وہاں آیا اور خاص حضور کی سواری کے گھوڑے (خنگ) کا خواہشمند ہوا قیمت دریافت کی۔ حضور نے جواب دیا کہ یہ اسپ باوفا اپنی قیمت خود بیان کردے گا یہ سنکر راجہ اور اس کے ہمراہیوں کو سخت تعجب ہوا اور کہنے لگا کہ یہ بالکل غیر ممکن ہے کہ یہ اسپ باوجود بے زبانی اپنی قیمت خود بیان کرے پس حضرت نے مسکرا کر جواب دیا کہ جس قادر مطلق نے اس کو بے زبان خلق فرمایا ہے ممکن ہے کہ اس نے کوئی طاقت بھی اس حیوان کو ایسی عطا فرمائی ہو کہ یہ کنایتاً اپنی خود قیمت بتلادے۔ مابین اس گفتگو کے خنگ نے ہنہنا کر ایک ٹاپ زمین پر ماری کہ جس سے ایک گڑھا نمودار ہوا پس حضرت نے فرمایا کہ تو اشرفیوں سے اس گڑھے کو پر کردے۔ اور یہ اسپ لے جا بوجہ شوق خریداری خنگ کمی اور بیشی قیمت کا راجہ نے کچھ خیال نہ کیا

اور اپنے اراکین کو اس کے پُر کر دینے کا حکم دیا۔ باوجودیکہ بیشمار اشرفیاں اس گڑھے میں ڈالی گئیں لیکن خزانہ قادری سمجھکر زمین نے سب کو نگل لیا۔ مگر وہ گڑھا پُر نہ ہوا۔ یہ حال دیکھ کر اس کو اور بھی حیرت ہوئی۔ بالآخر راجہ کے پسر کے سخت اصرار پر آپ نے خنگ کو اس کے حوالے کیا مگر اس شرط پر کہ اگر یہ اسپ پھر کسی طرح سے ہمارے پاس چلا آیا تو ہرگز واپس نہ دیا جائیگا راجہ نے اس شرط کو منظور کیا اور خنگ کو بخوشی لے کر روانہ ہوا۔

خنگ تھا سید حسین مہ جبیں کا راہوار — ہے لقب اسواسطے سید حسین خنگسوار
نام گھوڑا بھی وفاداروں میں اپنا کر گیا — مرگیا دروازہ راکب کا نہ چھوڑا زینہار
آستانہ میں بوقت داخلہ کیجئے جو غور — پہلے آتا ہے نظر وہ خنگ ہی کا ہے مزار
لے لیا تھا مول راجہ نے مگر اللہ رے زہد — دانہ پانی اس نے کافر کا نہ کھایا زینہار
مار کر راجہ کے سب گھوڑے وہ واپس آگیا — صحبت کفار میں گویا اسے رہنا تھا عار
باد پا تھا یا فرس تھا یا چھلاوہ تھا وہ اسپ — صورت سیماب لیتا ہی نہ تھا اک جا قرار
شیر کی طرح سے جاتا تھا صف کفار پر — ہمہمہ اسکا تھا یا شیر نیستاں کی ڈکار
نیم بسمل جسکو پایا بس کچل ڈالا اُسے — مار کر ٹاپیں عدو کے کردئے سینہ فگار
بن گیا بجلی اگر اسوار نے کاوا کیا — خرمن ہستی اعدا خاک کر دی ایکبار

خوب تھا اسوار بھی شان خدا مثل علی
ایسے راکب کیلئے زیبا تھا ایسا راہوار

القصہ جب خنگ باوجود سخت محافظت کے دیگر اسپان کو مار کر لشکر اسلام میں سحر ہوتے واپس چلا آیا تو راجہ کو اور بھی حیرت ہوئی اور اپنے ذہن ناقص میں حضور انور کو معاذ اللہ ساحر سمجھ کر سخت خائف و ہراساں ہوا اور قلعہ (تاراگڈھ) و شہر کے دروازے بند کر کے خاموش بیٹھ رہا۔ اور اسی شب خواب دیکھا کہ محلات میں

آگ لگ گئی۔ تخت مرصع و تاج شاہی جل کر خاکستر سیاہ ہو گیا۔ اسی پریشانی میں عالم رویا ہی میں بتوں سے فریاد کرنے دوڑا۔ لیکن بجز خاموشی کے کچھ جواب نہ پایا۔ بلکہ وہاں بھی شعلے دہکتے ہوئے دکھائی دئے۔ چاہتا تھا کہ راہِ فرار اختیار کرے کہ اسی عرصہ میں دہکتے ہوئے شعلوں نے آن کر گھیر لیا۔ یہ دیکھ کر خوف زدہ ہو کر چلایا۔ آنکھ کھل گئی۔ دیگر لوگ بھی جاگ اُٹھے اور راجہ کو اس خراب حالت میں دیکھ کر متردد ہوئے۔ منجم طلب کئے گئے ستارۂ تقدیر کو برج منحوس میں داخل ہوتے ہوئے معلوم کر کے ایک منجم نے تعبیر دی کہ مہاراج بہت قریب ہے کہ اکاش (آسمان) سے پانی موسل دھار برس کر تمام گرد و نواح کے دیہاتوں کو تاراج کردے طوفانی سیلاب شہر کی طرف سبیل فنا بن کر رخ کرے۔ بعد اس کے مغربی قوم سے جنگ عظیم ہو۔ تخت و تاج تاراج ہو جاوے۔ مندروں میں زلزلہ آئے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سن کر راجہ اپنی زیست سے مایوس ہو کر آب دیدہ ہوا ہر چند ارائین سلطنت نے ڈھارس بندھائی اور اطمینان دلایا کہ پہلے ہمارے سر حضور کے قدم پر نثار ہوں گے۔ آپ کسی قسم کا اندیشہ نہ کریں غرض ہزار طرح کی باتیں بنا کر راجہ کے دل کو بہلایا۔

ایک عرصہ تک سخت انتظار کے بعد جب راجہ کسی طرح متحرک نہ ہوا تو حضور جناب امیر سید حسین خنگ سوار نور اللہ مرقدہٗ نے دعا کی پس بقدرت خدا پانی برسنے لگا اور اس قدر برسا کہ تالاب اناساگر بالکل پُر ہو گیا لیکن بند پختہ نہ ہونے کی وجہ سے تالاب کی پال ٹوٹ گئی اور تمام پانی سبیل فنا بن کر راجاگری کی طرف بوجہ نشیب ہونے کے بہہ چلا سخت نقصان آبادیِ شہر کو پہونچا ہزاروں مکان منہدم ہو گئے

(نوٹ) یہ تالاب اناساگر جو موجودہ حالت میں نظر آتا ہے بادشاہ شاہجہاں
کا از سر نو تعمیر کردہ ہے اس پر چند بارہ دری بھی سنگ مرمر کی شہنشاہ موصوف
نے اپنی یادگار قایم رکھنے کے لئے بنائی ہیں) یہ خبر پاکر راجہ اور بھی مضطرب ہوا
آخر اس مصیبت کی شکایت حضور امیر سید حسین خنگسوار نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں
بذات خاص حاضر آکر کی حضور نے بت پرستی نہ کرنے کا عہد لے کر دعا کی فوراً وہ بلا
موقوف ہوگئی اور چاروں طرف امن و سکون ہوگیا مگر اس بلا سے بچنے پر بھی راجہ حضور کو
ساحر ہی سمجھتا رہا اور اپنی پرانی لکیر کا فقیر بنا رہا یعنی بت پرستی کو ترک نہ کیا بلکہ برعکس اسکے چند مسلمانوں
کو تعصباً کولہو میں پیلکر شہید کرڈالا۔ تب تو لشکر اسلام کا بھی جوش بڑھا کمریں باندھ لیں غیظ میں
آکر دست بہ شمشیر ہوگئے مگر حضور انور نے وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ آیت بیان فرماکر مجاہدوں کے غصہ کو ٹھنڈا کیا۔
شب کو پھر شعلے قلعہ تاراگڈھ سے بلند ہوتے نمودار ہوئے یہ سانحہ دیکھکر حضور پرنور نے
بکرامت معلوم کرلیا کہ یہ تمام سحر راجہ کی دختر کا ہے اور قبل ازیں اس کی صداقت روشن علیشاہ
نے کی ہے پس قصد مصمم کرلیا کہ کل انشاء اللہ اس جادو کو باطل کریں گے اور راجہ کو سزا
اس کی بداعمالی کی پہونچائیں گے یہ عزم بالجزم کرکے آپ نے تمام لشکر میں منادی کرادی
کہ آج کی شب تمام لشکر شب بیداری کرکے یاد خدا میں گذارے اور دعا کرے کہ کل کے
دن حریف کے مقابلہ پر فتح کی سرخروئی حاصل ہو۔ چنانچہ ایسا ہی عمل میں آیا اور مجاہدین نے
یاد خدا میں وہ شب بسر کی اور بعد ادائے فریضہ سحری طبل جنگ لشکر اسلام میں بجا حضور انور
نے صدائے طبل سنکر دو رکعت نماز حاجت ادا کی اور دعا کی کہ بار الٰہا تو ناصر و مددگار رہے
ہم تیرے حبیب کے دین برحق کی اشاعت کیلئے آوارہ وطن ہوئے ہیں پس نصرت کر
ہماری اُسی طرح کہ جسطرح بعض اوقات سابقہ جنگوں میں تو نے اہل اسلام کی نصرت کی ہے۔

حالاتِ اجمیر شریف

خدا کی شان یہ بھی گردش دور زمانہ ہے
جسے بتخانہ کہتے تھے وہ اب اسلام خانہ ہے

یہ ہی اجمیر کہ جو اب پیروانِ اسلام کا منبع ایمان مانا جاتا ہے کسی زمانہ میں مصدر بتخانہ تھا اس کی ہر عمارت کے ستون ستون میں بت نصب تھے۔ لوگ در جانانہ سمجھ کر ہر شوالے کی دہلیز پر سر نیاز جھکائے رہتے تھے۔ باوجودیکہ جانتے تھے کہ یہ وہ ہی بت ہیں جنہیں ہم نے اپنے ہاتھوں سے شیطانی تعلیم کے ذریعے تراشا ہے ان کی جادو بھری آنکھیں ان کا کرشمہ نہیں بلکہ ہماری صنعت ہے ان کی خاموشی گو کسی قدر آج ناز و ادا کا پہلو لئے ہوئے ہے مگر درحقیقت یہ صنعت نہیں بلکہ عیب ہے یہ نامراد گونگے بہرے غیر متحرک کیا ہماری تمنائیں پوری کر سکتے ہیں یہ تو خود طاقتیں ہمارے بھلائے بیٹھے ہیں۔ یا یوں سمجھو کہ بت خود "جواب جاہلاں باشد خموشی" کے مصداق بنے ان کی (بت پرستوں کی) حماقت کی صداقت دے رہے تھے۔

فی الحقیقت یہ شہر کسی حالت میں شرافت کے خطاب کا مستحق نہ ہوتا۔ اگر حضور امیر سید حسین خنگسوار نور اللہ مرقدہٗ کی چمکتی ہوئی تلوار کا مبارک سایہ اس کے سرزمین پر نہ پڑتا۔ شہیدوں کے مقدس خون کی آمیزش نے اس کی نحوست کو معدوم کر دیا پھر بعد اس کے دوسرا شرف یہ ملا کہ حضور خواجۂ خواجگان حضرت معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ کے قدم فیض نشان سے یہ سرزمین مشرف ہوئی۔ کون ایسا اہل اسلام اطراف ہند میں ہے کہ جو اس کے مقدس نام سے واقف نہیں۔ قریب قریب ہر شیشۂ دل میں اس کی یاد بھری ہے۔ وجہ تسمیہ اس کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ زمانہ دراز ہوا کہ راجہ آجپا نے اس کو آباد کر کے اپنے نام سے

(اجانگری) موسوم کیا تھا۔ رفتہ رفتہ اصطلاح عام نے اجمیر اور صمصام اسلام نے اجمیر شریف کر دیا۔ پرانہ شہر ہونے کی وجہ سے یہ کسی نہ کسی راجہ یا بادشاہ کا پایہ تخت رہتا چلا آیا ہے۔ کبھی اس میں قوم مرہٹہ حکمراں تھی۔ کچھ زمانہ مہاراجہ جودہ پور کا قبضہ رہا۔ فی الحال سرکار انگریزی کے زیر حکومت ہے اس وقت بھی اس کو تمام راجپوتانہ کا پایہ تخت کہنا غیر مناسب نہ ہوگا۔ یہاں بے تعداد کہنہ شاہی عمارتیں اب تک موجود ہیں۔ آناساگر۔ دولت باغ۔ میگزین۔ اڑہائی دن کا جھونپڑا۔ اور علاوہ اس کے چند نو عمارتیں بھی اس شہر میں قابل دید ہیں۔ بزرگان دین کے قدم کی برکت سے دن بدن اس شہر کو رونق ہوتی جاتی ہے۔ اس کے مغربی جانب جو پہاڑ سلسلۂ ہمالیہ ہے اسی پر قلعہ تاراگڈھ بنا ہوا ہے حالات مفصل ملاحظہ موقع سے منکشف ہوں گے۔

غزل

نام ہے اجمیر سے اے راجپوتانہ ترا — رشک گلشن پھر بنے کیونکر نہ ویرانہ ترا
تو وہ شمع ہے کہ ہندوستاں ہے پروانہ ترا — رنگ دیتا ہے ہر اک کو رنگ رندانہ ترا
بوسہ گاہ صوفیاں ہے اب ترا دربار عام — نام اے اجمیر تھا اک دن صنمخانہ ترا
ایک دن وہ تھا کہ واقف بھی نہ تھے تیرے نام سے — ہو رہا ہے ہر مسلماں آج دیوانہ ترا
عالم و فاضل ادیب و متقی و مولوی — بھر رہے ہیں دم ترا ہر اک ہے مستانہ ترا
ساقیا در سے ترے اہل ولا ہیں مستفید — آسماں کے ساتھ ہے گردش میں پیمانہ ترا

بوئے دلکش ہے ترے ہر ایک ذرہ سے عیاں
چھوڑ کر بندۂ حسن کیوں جائے میخانہ ترا

آمدم برسرِ مطلب - غرض جب طبلِ جنگ بجا اور لشکرِ اسلام نے حرکت کی تو راجہ بھی مقابلہ کی لئے چار و ناچار تیار ہو کر آبادیٔ شہر سے باہر نکلا خاص اسی مقام پر کہ جہاں اب خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ کی درگاہ شریف بنی ہوئی ہے - دونوں لشکر مقابل ہوئے اس میں کلام نہیں - کہ فوجِ عدو نے میدان میں ایسے قدم جمائے کہ لامحالہ مورخانِ عصر کو داد دینی پڑی لیکن چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک - کجا نور کجا نار - بالآخر چہار یوم پیہم جنگ جاری رہنے کے بعد فوجِ کفر پسپا ہو کر پیچھے ہٹی - راجہ بھی بھاگ کر قلعہ میں پناہ گزیں ہوا - یہ حال دیکھ کر اور بھی لشکرِ اسلام کے حوصلے بڑھ گئے اور فوجِ عدو کا تعقب کیا شہر کا پہلا مغربی دروازہ کہ جو اب ترپولیہ دروازہ کے نام سے مشہور ہے بند پایا - حضور نے دستِ کرامت سے زور کر کے اس کے فولادی قفل کو توڑ ڈالا جسے دیکھ کر دروازہ موصوف کے محافظ بصدقِ دل ایمان لے آئے اور پھر انہوں نے پربھوناتھ کے (جو آگے چل کر اڑھائی دن کا جھونپڑا کہلائیگا) مندر کی تمام ماہیت سے حضور پرنور کو مطلع کیا - یہ مژدہ پاکر شوقِ بت شکنی میں غازیانِ اسلام اندرونِ شہر پناہ داخل ہوئے - مندر موصوف سامنے ہی تھا پس بسم اللہ بسم اللہ کے نعرہ لگاتے ہوئے آگے بڑھ کر اس کو محصور کر لیا اور بت شکنی شروع کی -

مصنوعی خداؤں کی ایسی مٹی خراب ہوئی کہ آج تک خستہ حالی پتہ دے رہی ہے - کسی صنم کے دست و پا سالم نہ چھوڑے - ہر چند پوجاریوں نے زر بیقیاس دینا چاہا - اس خیال سے کہ بت شکنی نہ کی جاوے مگر مجاہدوں نے بت فروشی پر بت شکنی کو ترجیح دی اور اچھی طرح سے ان غازیوں نے حمایتِ اسلام میں بت شکنی کی -

حضور پرنور نے اپنے دستِ حق پرست سے درمیان عمارت محراب قائم کی اور منبر نصب کر کے دو رکعت نمازِ شکرانہ مع لشکرِ اسلام ادا کی اور در ہائے عمارت پر انگشت مبارک سے چند آیاتِ قرآنی تحریر فرمائیں جو اب تک موجود ہیں - گو کسی قدر حصہ عمارت کا منہدم ہوگیا ہے - مگر پھر سرکار انگریزی نے اس کو تعمیر اور مرمت کر کے مسمار ہونے سے بچا لیا پس اسی کا نام اڑھائی دن کا جھونپڑا ہے مگر وجہ تسمیہ اس کی نہ معلوم ہوئی کہ کیا ہے - اور یہ نام کس طرح رکھا گیا -

غازیان اسلام کو جو اس کار نیک کی انجام دہی میں تاخیر ہوئی۔ کفار نے مسلمانوں پر حملہ کیا۔ اور جوگی اجے پال کہ جو راجہ پرتھی پت والی اجمیر کا بھائی تھا مد مقابل ہوا۔ کہتے ہیں کہ یہ شخص علم سحر میں یکتائے روزگار تھا۔ علاوہ جنگ کے اس نے سینکڑوں شعبدہ جادو کے زور سے دکھلائے۔ مگر حضور کرامت مآب نے ہر وار کو رد کرکے اس کو خجل اور شرمندہ کیا۔ لشکر کفر پسپا ہوا۔ اس جنگ کے بعد مجاہدین نے یہاں کچھ عرصہ قیام پذیر رہکر اطراف و جوانب کے دیہاتی باشندوں کو دعوت اسلام دی۔ چنانچہ قوم میرآث اور قوم بہادر خانی اور قوم چیتہ و دیگر اقوام آجتک مقر ہیں کہ ہم کو حضور پرنور جناب امیر سید حسین خنگسوار غازی نے مسلمان کیا ہے۔ (اب فی زمانہ گردش افلاک اور اہل اسلام کی بے پرواہی سے ان کو اصلاح کی سخت ضرورت ہے کاش ہمارے علمائے کرام اس طرف توجہ فرماکر شمشیر زبان کے جوہر دکھلائیں تاکہ اسلامی زبردست ذمہ داری سے سبکدوش ہوں)۔ اس وقت تک لشکر اسلام کے ایک لاکھ سے زائد مجاہد کام آچکے تھے۔ مگر پس ماندہ غازی ذرا بھی مضطرب نہ تھے۔ بلکہ ہر شخص شہیدوں کی سبقت کرتا تھا۔

اس عرصہ میں خواجہ سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے فرائض منصبی ادا کرتے ہوئے لشکر اسلام میں آملے تمام لشکر اسلام میں ایک عید نو بپا ہوئی غازیان اسلام ایک دوسرے سے مصافحہ و معانقہ کرکے از حد مسرور ہوئے بعد اس کے لشکر اسلام نے قلعہ تارا گڈھ کا رخ کیا۔

قلعہ تارا گڈھ

کوہ تارا گڈھ وہ رشک طور ہے — ہند میں سب جس کا پھیلا نور ہے
ہے مزار سید میراں وہاں — فیض جسکا خلق میں مشہور ہے

یہ قلعہ اپنی نوعیت اور استحکامت کی وجہ سے تمام ملک ہندوستان میں خاص طور پر مشہور ہے۔ فی الحقیقت اس کا عنوان تعمیر زمانہ سابقہ کے معماروں کی صنعت پر دال ہے ایسے ایسے سنگ گراں کہ کسی انجینیر کا میزان عقل ان کے وزن کا اندازہ نہیں کرسکتا

دیوارہائے قلعہ میں نہایت پختگی سے چُنے گئے ہیں وہ آنکھ کہ جس نے ایک مرتبہ اس کا نظارہ کرلیا ہے ہرگز اس کی استحکامت اور سلسلہ بندی سے انحراف نہیں کرسکتی۔ (ایسے مستحکم اور مضبوط قلعہ کو فتح کرنے والا کیسا شجاع اور جری ہونا چاہیئے۔) اس قلعہ کو تعمیر ہوئے تقریباً دو ہزار سال کا عرصہ منقضی ہوتا ہے مگر پرتھی راج والیٔ دہلی نے ۱۱۹۰ء میں اس کی مرمت کراکر پھر اصلی حالت پر کرلیا تھا اس کی پختگی پر راجہ پرتھی پت کو بھی ایسا زعم تھا کہ وہ کسی صعب ترین دشمن کی بھی پرواہ نہ کرتا تھا۔ حالانکہ اس قلعہ کے متعلق سینکڑوں کہانیاں زبان زد عوام ہیں لیکن غیر مصدقہ ہونے کی وجہ سے نظر انداز کی جاتی ہیں۔ اس قلعہ کا پرانا نام گنڈ ہیٹلی تھا بلکہ مرہٹوں کے زمانہ کے کاغذات میں بھی یہ ہی نام اس کا درج دیکھا گیا۔) اس کی اونچائی تقریباً آٹھ سو فٹ سطح زمین سے بلند ہے۔ تقریباً تین میل (انگریزی) کا راستہ ہے۔ یہاں کچھ زمانہ تک انگریزی پلٹن بھی مقیم رہی ہے۔ اندرونی صحن زیادہ ہموار اور وسیع ہے۔ پرانے شاہی "محلات" کی نمود اری اب بھی کہیں کہیں پائی جاتی ہے (غرض ہر حالت میں دیکھنے کے قابل ہے) آب و ہوا نہایت صاف و صحت افزا ہے۔ ساری وجہ یہ ہے کہ یہاں رشک مسیحا حضور امیر سید حسین خنگ سوار نور اللہ مرقدہٗ کا مزار شریف ہے شہیدان راہ خدا کے خون کے مقدس قطروں نے اس کی زمین پر گر گر کر آب کو آبحیات اور ہوا کو صبا اور نسیم بنا دیا۔ غنچۂ دل کیسا ہی پژمردہ کیوں نہ ہو ممکن نہیں کہ یہاں کی ہوا کھاکر کھل نہ جائے یہاں مریض دار الشفا سمجھ کر اکثر رہتے ہیں اگر اعتقاد راسخ ہے تو دوا کی ضرورت نہیں۔ رشک مسیحا حضور جناب امیر سید حسین خنگسوار نور اللہ مرقدہٗ کے آستانہ کا غبار دوا بن کر اکسیر کا کام دیتا ہے۔ صرف دو وقتہ حاضر آستانہ ہوکر قدم بوسی کرنا اور مزارات شہدا پر فاتحہ پڑھکے اپنی صحت کی دعا کرنا بجز مرض الموت کے اور تمام بیماریوں کا علاج ہے۔

اس کے تمام اطراف میں مزارات شہدا کے واقع ہیں لہذا ہر زائر کا فرض ہے کہ سر کو قدم بنا کے چلے۔ زبان پر بجز حمد خدا یا درود شریف کے اور کوئی گفتگو نہ ہو چیدہ چیدہ شہید کہ جو زیادہ مشہور ہیں۔ مثلاً جنگی شہید۔ ابراہیم شہید۔ ہرے بھرے شہید۔ کنگن شہید۔ بہولن شہید۔ نوگزہ شہید وغیرہ وغیرہ

اِن کی زیارتیں بھی ضرور کرے مگر اس کی رہبری کے لئے کسی خادم آستانہ کی طرف رجوع کرے۔ تاکہ تمام معاملات خفی و جلی پر کماحقہ مطلع ہوجائے۔ اور پھر وہ تمام تکالیف کہ جو پہاڑ پر چڑھنے میں پیش آتی ہیں راحت ابدی بن جائیں۔ جس قدر بھی آپ کی معلومات بڑھتی جائے گی اسی قدر آپ کی نگاہوں میں حضور محسن اسلام جناب امیر سید حسین خنگسوار نور اللہ مرقدہ کی عزت و وقعت دوبالا ہوگی اور صحیح پتہ چل جاوے گا کہ واقعی لوگ چاند کے چھپانے کی کتنی کوششیں کرتے چلے آئے ہیں بلکہ اب تک کر رہے ہیں۔ اس قلعہ کا پتھر پتھر حضور محسن اسلام کی اعلیٰ ہمتی کی داد دے رہا ہے۔ بلکہ کور چشموں کو سچائی اور جھوٹ کا فرق بتلانے کیلئے گرد و نواح کے تمام پہاڑ زمین پر کھڑے ہو ہو کر شاہد بن رہے ہیں کہ ہمارا فتح کرنیوالا ہم کو کفر کے قبضہ سے نکال کر دائمی رہائی دینے والا بجز اُس غازی اسلام کے کوئی دوسرا نہیں ہے کہ جس کا خطاب امیر سید حسین خنگ سوار قاتل کفار ہے۔ گو آج یہ مقام جنگل ہے۔ مگر کچھ صدیوں پہلے یہی میدان رزمگاہ بنا ہوا تھا اسی کے نشیب میں اب تک وہ پرانے اور کھنڈر مکانات موجود ہیں جو راجا نگری کے نام سے مشہور ہیں وہ محلات کہ جن میں رؤسا امرا کا مسکن تھا آج جنگلی موش اپنی بستی بسائے ہوئے ہیں وہ پھولوں کے تختے جو بادِ نسیم کی مدد سے مہک مہک کر بتوں کے ماننے والوں کے دماغوں کو تر و تازہ کیا کرتے تھے۔ آج اہل دنیا کے لئے ایک عبرت انگیز منظر پیدا کر رہے ہیں مشرکوں کے قطرات خون نے گر گر کر زمین کو بنجر کر دیا۔ خاردار درخت روئیدہ ہو کر اہلِ دنیا کے دامن میں اُلجھ جانے کے لئے منتظر کھڑے ہیں۔ مگر دوراندیش اہل نظر اپنے دامانِ قبا کو کب اُلجھنے دیتے ہیں۔ اِدھر کانٹا اُلجھا اور اُدھر یا سید حسین خنگ سوار المدد کہہ کر پکارے۔ خاردار شاخوں نے بید مجنوں کی طرح کانپ کر سر جھکا لیا۔

اِس میں شک نہیں کہ راجہ نے اس کو اپنا ملجا و ماوا بنانے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا مگر خدائی سرفروشوں نے اپنی پیاری جانیں دے دے کر اور سر کٹوا کٹوا کر یہ مہم سر کی۔ گو راجہ نے یہاں آکر چھپ جانے میں یہ مصلحت دیکھی تھی کہ میں یہاں قلعہ بند رہ کر اپنی جان بچا سکوں گا۔ مگر اسلامی بہادروں نے کمر ہمت چست کر کے قلعہ فتح کرنیکا قصد مصمم کر لیا

تب تو راجہ نے مسافروں کو بلوا کر سحر کے چلتے ہوئے ہتھیار کو اپنا محافظ بنایا۔ تمام پہاڑ کو بزور جادو گردش دی۔ حضور نے دعائے ردِ سحر ورد زبان فرما کر خنگ کو اشارہ کیا کہ دلدل حیدر کرار کی چال چل۔ شانِ خدا خنگ کی ٹاپوں سے زمین میں پہاڑ دھنسنے لگے گردش موقوف ہوتی چلی (یہ نشان سم کا درمیان راہ ابتک موجود ہے) کبھی اژدہے بالائے کوہ سے لشکر اسلام پر پھینکے مگر جس اژدہے پر بسم اللہ کہہ کر غازیوں نے قدم رکھے سنگ خار بن گئے۔ قلعہ تارا گڈھ کے پہلے دروازہ کو (جسے پچھلی پول کہتے ہیں) جا فتح کیا۔ علم فتح جا گاڑا۔ اب راجہ بالکل ناامید ہوگیا اور حکم دیا کہ تمام زر و مال زمین میں دفن کردیں تاکہ مسلمانوں کے ہاتھ ایک حبہ نہ لگے پس ایسا ہی عمل میں آیا اور ہر کس و ناکس نے قارون کی طرح اپنی دولت کو سپرد زمین کردیا یہ زر و مال کبھی کبھی جب برآمد ہوتا ہے تو محض سیاہ کوئلے کی صورت میں نکلتا ہے اور بندگان خدا ابتک اس قارونی مال سے بہرہ مند نہیں ہوسکتے۔

پچھلی پول کے دستِ میدان میں خاص طور پر رؤسا و امرا کی آبادی تھی روٹھی رانی کے محلات بھی اسی طرف واقع ہیں اس کے نشیب میں مغربی جانب ایک باغ مسمی بہ نور چشمہ واقع ہے جو ملکہ نورجہاں نے بر مزار ما غریباں نے چراغ نے گلے کا اعتراض دور کرنے کے لئے مزار شہدا پر چادر گل چڑھانیکے خیال سے نذر کیا ہے۔ گو رؤسا نے فرار ہو کر جان بچانے کی جان توڑ کوشش کی زمین دوز تہ خانوں میں کہ جنکو اسی غرض سے بنایا گیا تھا جا چھپے مگر لشکر اسلام کے منچلے جوانوں نے یہ عقاب موت بن کر ان کی طائر روح کا ایسا پیچھا کیا کہ آخر شکار ہو گئے جنہوں نے اسلام قبول کرلیا بخوشی انکو امان دیگئی۔ اس میں شک نہیں کہ نشیب مورچہ ہونے کی وجہ سے یہاں کفار کے ہاتھوں بہت مسلمان شہید ہوئے لیکن اسلامی دنیا کے چاند کی چاندنی ہی ایسی پھیلی کہ ظلمتِ کفر سمٹ کر ملک چین و جاپان میں جا چھپے۔ غازیان اسلام کا قدم بام فتح کے زینہ پر بڑھتا گیا۔ عین سر راہ جبکہ غازی صف باندھ کر نماز شکر ادا کر رہے تھے راجہ کی دختر نے ایک سنگ گراں کہ جس کا وزن میزانِ عقل ہی نہیں کر سکتی لشکر اسلام پر بزور جادو پھینکا جب تک غازی نماز سے فارغ نہ ہوئے وہ بلائے بد کی طرح سر پر چرخ آسمان بن کر گردش کرتا رہا۔ جب سلام پھیر کر حضور خنگ سوار نور اللہ مرقدہ نے معائنہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ کرشمہ جادو فتنہ ساز ہے فوراً بسم اللہ کہہ کر دو انگلیوں پر روک کر دور پھینکدیا یہ سنگ عظیم (

اب تک سرِراہ موجود ہے۔ زائرین ضرور معائنہ کریں) یہ کرامت دکھلا کر حضور آگے بڑھے۔ اور نعرہ اللہ اکبر کرتے ہوئے مع فوج ظفر موج صدر دروازہ قلعہ پر جا پہونچے دروازہ مقفل تھا سورہ فتح پڑھ کر آہنی دروازہ پر نیزہ مارا۔ فوراً کھل گیا۔ پھر جوق جوق لشکر اسلام خوشیاں مناتا داخل قلعہ تاراگڈھ ہوا۔

غزل تہنیت فتح قلعہ تاراگڈھ

کیا سر تاراگڈھ دم بھر میں صفدر ہو تو ایسا ہو
بھگایا کفر کا لشکر غضنفر ہو تو ایسا..... ہو

اذاں ہوتی ہے اب وہاں پر جہاں تھی بتکدہ اکثر
کیا اسلام کو گھر گھر جو رہبر ہو تو ایسا ہو

عروس نو کو چھوڑا کی عروس موت سے شادی
زمانہ میں اگر پوچھو دلاور ہو تو ایسا ہو

فدا آکر ہوئے ایک ایک خوشی سے راہ خالق میں
نہ چھوڑا ساتھ حضرت کا جو لشکر ہو تو ایسا ہو

طلب بندہ حسن کچھ بھی کیا بخشا دہ میراں نے
حقیقت میں جو آقا بندہ پرور ہو تو ایسا ہو

داخل قلعہ ہونے پر معلوم ہوا کہ یہاں بھی کافی فوج کفار کی مجتمع ہے لہذا لشکر اسلام کو پھر مقابلہ کرنا پڑا سخت کشت و خون کے بعد فوجِ کفر ہزیمت پاکر فرار ہوئی علمداران لشکر اسلام نے علم نصرت شیم کھولکر کلمۂ طیب کے نعرہ کئے پھولوں شہیدؒ نے کہ جو مشرقی مورچہ پہ قابض و متصرف ہوچکے تھے فتح کا نقارا بجایا قلعہ کی مغربی جانب جو راجہ کے محلات بنے تھے منہدم کر دئے گئے۔ بتوں کی خدائی میں یہاں بھی بٹہ لگا۔ بے دقار چھوٹے بڑے چھوڑ چھوڑ کر اپنے خداؤں کو بھاگ نکلے۔

سنبھل گڈھ۔ سب مورچوں میں مورچہ سنبھل اور مورچہ گڈ بیٹھلی زیادہ قابل الذکر ہیں سنبھل گڈھ پر سید محمد تقی رحمۃ اللہ علیہ اور سید محمد نقی رحمۃ اللہ علیہ قابض تھے اور گڈ بیٹھلی پر مورچہ خواجہ سید علی ہمدانیؒ اور سید وجیہ الدین مشہدیؒ متصرف تھے۔ دو ہفتہ پیہم استراحت کے بعد پھر کفر غلبہ ہوا فراری مثل مور و ملخ کے آجمع ہوئے۔ یعنی راجہ کی ماں نے جو اپنی مصیبت کی دیگر راجہ مہاراجوں سے شکایت کی تو انہوں نے بغرض ہمدردی اس کی اعانت کی جناب امیر سید حسین خنگسوار نور اللہ مرقدہٗ نے دفع کیا۔ غرض ایکی دفعہ لشکر اسلام کا خاتمہ ہوگیا۔ حضور پرنور بھی (مورخہ ۱۸ رجب المرجب کو) جام شہادت سے سیراب ہوگئے بجز چند نفوس کے کہ جن میں حضرت خواجہ سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ بھی شریک تھے اور کوئی باقی نہ بچا۔

حقیقت میں یہ وقت باقی ماندہ غازیوں پر بڑی مصیبت کا وقت تھا۔ سخت دشواری سے لاشہائے شہدا کو دفن کیا۔ حضور پرنور فارس میدان تہور جناب امیر سید حسین نور اللہ مرقدہٗ کا اسپ باد فاخنگ بھی کافروں کے ہاتھ سے مارا گیا (اس گھوڑے کا مزار داخلی دروازہ کے سامنے بنا ہوا ہے) اس جدال و قتال کے بعد لشکر کفر اس سرزمین کو منحوس خیال کر کے اور قلعہ سے دست بردار ہو کر واپس لوٹ گیا۔ ادھر کچھ دن بعد زخم خوردہ غازی کہ جو اس جہاد میں زخمی ہوئے تھے یکے بعد دیگرے وفات پا گئے۔ اب بجز سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے کوئی زندہ نہیں عجب ہُو کا مقام ہے جدھر دیکھو تربتیں بنی ہوئی ہیں۔ ادھر اُدھر شہید راہ خدا پڑے سو رہے ہیں اور بیکسی زبان بنکر چلّا رہی ہے کہ سے بر مزار ما غریباں نے چراغ نہ گلے۔ نہ پرے پروانہ سوزد نہ صدائے بلبلے۔ رات بھر ماہ منیر چراغ قبر بنا رہتا ہے۔ سحر ہوئے پھولوں کے بدلے شبنم اپنی چادر ہر قبر پر ڈال جاتی ہے۔ دن بھر آفتاب کی تمازت سے جو زمین جلتی ہے تو بادل رحم کھا کھا کر گاہے گاہے سایہ کرنے کے لئے شامیانہ بن جاتے ہیں۔ ظاہرہ تو یہ سماں ہے باطنی وہ ہی شہید کہ جنکی قبریں دھوپ کھا رہی ہیں باغ عدن کے ہرے بھرے درختوں کے سایہ میں آرام کر رہے ہیں۔ حوریں خدمت کو دست بستہ سامنے موجود ہیں۔ غلمان منتظر ہیں کہ ادھر کچھ حکم مُنہ سے نکلے۔ ادھر ہم تعمیل کریں۔ نخل طوبےٰ اپنی میوہ سے بھری ڈالیاں نذر کو جھکائے ہوئے ہے۔ شراب کوثر کے جام ساقیٔ کوثر کی عنایت سے ہر شہید کے ہاتھوں پر چھلک رہے ہیں۔ بقول میر انیسؔ لکھنوی سے کیا جلد گئے سوئے ارم دار فنا سے۔ سو کھا جو پسینہ ہی تو جنت کی ہوا سے۔

مسلمانو! یہ وقت خواجہ سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی تنہائی پر آٹھ آٹھ آنسو بہانے کا وقت ہے گو عالم پیری ہے مگر فضل خدا پر بستر اور توکل پر تکیہ کئے ہوئے شہدا کے مزار پر قرآن خوانی کرتے پھر رہے ہیں۔ جنگل کے پرند محو ہو کر داد دیتے ہیں۔ مسافروں نے جسم نزار کر دیا۔ دو گام چلنے کی طاقت نہیں۔ یہ سب کچھ ہے مگر مرکب صبر و استقلال کی عنان ہاتھ سے اب تک نہ چھٹی۔ اگر کوئی اجنبی گاہے بھول کر آ نکلا تو اس کو مسئلۂ دین کی تلقین کی تبلیغی کام جاری رکھا۔ کچھ عرصہ بعد یہ افواہ پھیلی کہ شہاب الدین بادشاہ غوری نے ملک ہند پر حملہ کیا ہے۔ آپ نے ایک خط ایک قاصد کی معرفت اس کے پاس روانہ کیا اور تمام دکمال واقعہ اس میں مندرج فرما دیا جوش اسلام سے اوجنط کے

جوشیلے مضمون سے رگ حمیت اس غیور بادشہ کی استادہ ہوگئیں پس فوراً دہلی فتح کرتا ہوا وارد اجمیر ہوا۔ خواجہ علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آکر قدمبوس ہوا۔ تمام شہدا کے مزارات کی ازسرنو مرمت کرائی ایک روز جبکہ روضہ مبارکہ جناب امیر سید حسین رحمۃ اللہ علیہ سردار شہدائے ہند میں حاضر تھا ندا آئی کہ ہمارے حبیب صادق کی اعانت فرض ہے۔ چاہیئے کہ انتظام نکاح عمل میں آئے تاکہ ہمارے دوست کی نسل ہمارے آستانہ کی مجاور بن کر جاروب کشی کرتی رہے پس مجبور پاتے اس حکم کے فوراً سلطان موصوف نے خواجہ سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقد ایک سو پانچ سال کے سن میں اپنی دختر نیک اختر سے کردیا اور ایک دستہ فوج کا آپ کی محافظت کے لئے یہاں چھوڑ کر بضرورت کارشاہی واپس لوٹ گیا۔ اس بادشاہ کا انتقال سنہ ۱۲۳۶ء میں ہوا ہے

کچھ عرصہ کے بعد یہ راز غیب آشکارا ہوا یعنی اس خاتون معظمہ کے شکم مبارک سے دو صاحبزادہ کہ جن کا اسم گرامی سید گدا علی و سید شرف الدین ہے متولد ہوئے ایک سو گیارہ سال کے سن میں خواجہ سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے مورخہ ۹ رجب المرجب کو جام وصال نوش فرمایا۔ ان دونوں صاحبزادوں کی نسل مبارک سے خادمان درگاہ حضرت امیر سید حسین خنگ سوار کا سلسلہ قایم ہوا۔ رفتہ رفتہ جن کی تعداد پانچ سو تک پہونچ گئی۔ تمام خدام سادات صحیح النسب اور مومن پاک ہیں۔ خدا توفیق عطا کرے ہر مرد مسلمان کو کہ وہ درمے درمے قدمے سخنے ان ساداتوں کی خدمت کرکے اجر نیک حاصل کرے۔ سادات تاراگڈھ کا شجرہ حسب ذیل ہے۔ جو جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملتا ہے۔ امام برحق و ناطق امام جعفر صادق علیہ السلام ان کے صاحبزادے سید اسمٰعیل ان کے صاحبزادے سید علی ثانی ان کے سید عبد الرزاق ان کے سید عبد القادر ان کے سید عبد الرحیم ان کے سید عبد الکریم ان کے سید علی کثیر ان کے سید وجیہ الدین انکے سید قیام الدین ان کے سید حمید الدین ان کے سید برہان الدین ان کے سید حسین ان کے سید علی ہمدانی رح ان کے دو صاحبزادے سید گدا علی و سید شرف الدین چنانچہ مصنف کتاب ہذا کا شجرہ سید شرف الدین صاحب سے ملتا ہے حسب ذیل ہے۔

شجرہ مصنف ۔ سید شرف الدین ان کے صاحبزادے سید جمال الدین ان کے سید کمال الدین ان کے سید عبد الغنی ان کے سید عبد الصمد ان کے سید نتھو ان کے سید حبیب اللہ ان کے سید غلام نجف

اُن کے سید الٰہی بخش اُن کے سید میر کلن علی اُن کے سید عبدالحکیم ان کا خلف الرشید سید بندہ حسن مصنف کتاب ہذا۔

شاہان مغلیہ کا آستانہ شریف سے اعتقاد ۔ درگاہ شریف کو اصراف کیلئے شاہان مغلیہ نے تین موضع بطور معافی نذر کئے ہیں جن میں خدامان آستانہ کے حقوق خدمت بھی بطور گذارے کے شامل ہیں۔ اور دیگر ریاستوں میں بھی ان کے سالانہ وثیقہ مقرر ہیں یہ خدام آستانہ کے چاروں طرف پروانہ کی طرح سے اس شمع نورانی پر فدا ہوتے رہنے کی غرض سے آباد ہیں اور خدمت آستانہ شب و روز بجالاتے ہیں۔

آستانہ شریف ۔ آستانہ شریف ایک وسیع پیمانہ پر بنا ہوا ہے تین درجوں میں منقسم ہے پہلا درجہ قبرستان خدام آستانہ کے نام سے مشہور ہے۔ دوم درجہ نہایت وسیع ہے جس میں تمام خوشنما اور پر فضا عمارات کے علاوہ بلند دروازہ کہ جو جلال الدین محمد اکبر کا بنا کردہ ہے اپنی مضبوطی اور نفاست عمارت پر خود دال ہے وسط صحن میں ایک حوض ہے کہ جہالرہ کے نام سے مشہور ہے بلند دروازہ کے سامنے ایک اعلیٰ اور نفیس عمارت کی شان میں ایک صحن چراغ ہے عمدہ دالان اور نفیس عمارت کی چہار دیواری سے یہ درجہ دوم محدود ہے مغربی جانب بڑھ کر مرشد راہ طریقت حضرت روشن علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک ہے جس کے سرہانے وہ فیض اثر گوندنی رو ئیدہ ہے جس کے پھل کے استعمال سے بہر لا ولد کے نخل تمنا میں ثمر آتا ہے۔ **نوٹ** ۔ جاننا چاہیئے کہ بجز اس گوندنی کے پھل کے کسی دوسرے پھل میں یہ تاثیر نہیں لہذا پھل نہایت تفتیش اور احتیاط سے حاصل کرنا چاہیئے۔ (ترکیب استعمال خدام آستانہ سے دریافت کرنا چاہیئے)

اس دوم درجہ کے طے کرنے کے بعد اب وہ مقام آتا ہے جہاں سر کو قدم بنا کر چلنا عین عبادت ہے داخلی دروازہ کے سامنے خنگ یعنی وہ اسپ باد پا جس نے سینکڑوں کراماتی سین دکھلائے ہیں۔ اپنے سوار کے دروازہ پر ہاتھ پاؤں پھیلائے گہری نیند سو رہا ہے۔ لو وہ روضہ مبارک نظر آیا۔ سبحان اللہ کیا شان ہے سنگ مرمر کی فرش ہے یا چاندنی ایک ایک پتھر دل جانان کا بوسہ دینے کی قابل ہے۔ اے کاش کہ ہم بھی اس زمانہ میں ہوتے کہ دیگر شہدا کی طرح پروانہ وار اپنے محسن حقیقی پر جان نثار کرتے۔ خدا کسی کو اس محبوب حقیقی کی فرقت نہ دے۔ آمین ثم آمین۔ خوشا وہ لوگ کہ جنکی خاک مر کر بھی اس مقدس خاک میں ملجاتی ہے۔ وہ خادم نہیں بلکہ مخدوم ہیں ہر مسلمان پر فرض ہے

کہ ان کی خدمت کر کے حضور پر نور جناب امیر سید حسین نور اللہ مرقدہٗ کی روح مطہر کو شاد کرے۔
مزار مقدس پر ایسا جلال ہے کہ حاضرین دم بخود ہیں۔ تمنائیں کہہ رہی ہیں کہ اے دست دعا دراز ہو کر اس دین کے دولہا کا دامن پکڑلے کہ دین و دنیا میں فراخی حاصل ہو شہنشاہ جہانگیر کے اعتقاد کے ثبوت میں عمارت روضہ کا پتھر پتھر سنہرے تاریخی اشعار میں تحسین کہہ رہا ہے (ملاحظہ ہو اشعار تاریخ روضۂ مبارک بنا کردہ شہنشاہ جہانگیر) بجز درود اور فاتحہ مجال نہیں کہ زبان کچھ اور گفتگو کر سکے۔

کلاوہ - یہ وہ لچھا یا کلاوہ ہے جو روضۂ مبارک کی چھتری مبارک کے چاروں طرف باندھا جاتا ہے عین بروز ختم عرس بوقت قل یہ کلاوہ خود کرامتاً نیچے کی جانب ڈھلک آتا ہے اور پھر اہل ہنود یعنی غیر مسلم اُس کو لوٹتے ہیں یہ وہ درد انگیز نظارا ہے کہ ہر ناظر کے دل کو ہلا دیتا ہے اور چاروں طرف سے ہائے دین کے دولہا ہائے دین کے دولہا کی صدائیں آتی ہیں۔ یہ ہی خاص وقت شہادت کا ہے اور ہر سال اس کلاوہ کا خود ڈھلک آنا ایک تازہ کرامت ہے جس کے شاہد لاکھوں کیا بلکہ کروڑوں آنکھیں ہیں یہ کلاوہ نہایت احتیاط سے ہدیہ دے کر لوٹنے والے سے حاصل کرنا چاہئے۔ جبر اًچھین لینے سے اصلی تاثیر معدوم ہو جاتی ہے وقت مصیبت اور وبائی امراض میں اور جابر حاکم کے روبرو اس کو بازو پر باندھ کر جانے سے ہر طرح کی امن و اماں ملتی ہے۔

پتھر کے چنے - یہ وہ چنے ہیں کہ جو اہل کفار کے لشکر کے گھوڑوں کے استعمال کرنیکے لئے غلہ کی صورت میں راجہ کے یہاں ذخیرہ کئے ہوئے تھے مگر حضور پر نور کی بددعا سے وہ چنے سب کے سب پتھر یا لوہے کے بن گئے ان کو بھی بسا اوقات تعویذ کی طرح بازو پر باندھتے ہیں۔ رد سحر کے لئے بالخصوص زیادہ مفید ثابت ہوئے ہیں۔

گنج شہیدان - یوں تو تمام قلعۂ تاراگڈھ کے اطراف میں شہداء کے مزار ہیں لیکن یہ گنج شہیداں وہ مقام ہے جہاں حضرت وجیہ الدین مشہدی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک معہ یاران شہداء کے بنا ہوا ہے۔ زائرین کا فرض ہے کہ یہاں حاضر ہو کر ضرور فاتحہ پڑھیں چلہ کشی اور خلوت کے لحاظ سے یہ جگہ ہر وظیفہ خوان کے لئے بہت ہی مناسب ہے مشہور ہے کہ یہاں جو مزار بنے ہوئے ہیں ان کا شمار کوئی محاسب نہیں کر سکتا اور اگر شمار کر بھی لیا تو صحیح تعداد قائم نہیں ہوتی۔ جو لوگ

آزمائش کے لئے شمار کرتے ہیں گمنہ اور خطا کرتے ہیں لہذا اس خیال سے درگذر کرنا چاہیئے۔

عرس شریف۔ مورخہ ۱۵ ر رجب سے عرس شروع ہو کر مورخہ ۱۸ ر رجب المرجب کو ختم ہوتا ہے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اجمیر میں وارد ہو کر شہدائے اسلام کے عرس میں ضرور شرکت کرے عرس نہایت اعلیٰ پیمانہ پر ہوتا ہے ہر سال کسی نہ کسی طرح کی کرامت نو کا ظہور ہوتا رہتا ہے نہایت بدنصیب ہیں وہ لوگ کہ جو باوجود قدرت رکھنے کے عرس میں شرکت کئے بغیر لوٹ جاتے ہیں۔

عرس حضرت تقی و حضرت نقی۔ حضور امیر سید حسین خنگسوار نور اللہ مرقدہ کے عرس کے اختتام کی دوسرے دن یہ عرس سنبھل گڈھ پر ہوتا ہے یعنی مورخہ ۱۹ ر رجب المرجب کو جوق جوق لوگ زیارت کیلئے یہاں حاضر ہوتے ہیں یہی عرس بی بی حافظ جمال کا عرس بھی کہلاتا ہے بعد زوال جب آستانہ مبارک حضور امیر سید حسین خنگسوار نور اللہ مرقدہ سے وہاں پھولوں کی چادر جاتی ہے اور تمام خدام آستانہ حاضر ہو کر فاتحہ دیتے ہیں اسکے بعد قل ہو کر عرس ختم ہو جاتا ہے۔

وکیل آستانہ۔ اکثر حضرات غلط فہمی کے خیال سے اس لفظ پر بحث کرنے لگتے ہیں لہذا مطلع رہیں کہ ہر زائر پر لازم ہے کہ دوامی دعا کے لئے خدام آستانہ سے ایک وکیل ضرور مقرر کریں اور اس کی کتاب میں اپنا نام درج کرائیں تاکہ وہ وقتاً فوقتاً آستانہ میں انکے لئے دعائے خیر کیا کرے۔

اٹھارہویں شریف۔ جس طرح سے حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی گیارہویں شریف اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی چھٹی شریف عام مسلمان کرتے ہیں اسیطرح اٹھارہویں شریف بھی حضور امیر سید حسین خنگ سوار علیہ الرحمہ کی ہر مسلمان کو کرنا چاہیئے کیونکہ اس اٹھارہویں شریف کے پردہ میں ایک لاکھ اسی ہزار (۱۸۰۰۰۰) شہیدوں کا فاتحہ ہوگا جو باعث خیر و برکت اور سبیل راحت ثابت ہو کر دین و دنیا کی برکتیں بخشے گا۔

تمام شد

ہر کہ خواند طمع دعا دارم
زانکہ من بندۂ گنہگارم۔



۷۸۶

فقرات تواریخ مشعر تحفۂ سلام۔ مناقب۔ محامد و خیر مقدم و شہادت و سال طبع سوانحعمری۔ زبدۃ الاتقیا۔ مہ بزم اولیا سپہ سالار لشکر اسلام صاحب فوج حضرت مولینا سید حسین اصغر عرف امیر سید حسین سید میران خنگ سوار نور اللہ مرقدہٗ از زاویہ نشین گمنامی احقر سید غلام شبیر بلگرامی عفرلہٗ زیدی حسینی واسطی ساکن قصبہ مارہرہ برکت بہرہ باغ پختہ ضلع ایٹہ صوبہ متحدہ آگرہ و اودہ۔ حالوارد ضلع اجمیر راجپوتانہ نزد مورخین بسال شہادت سید میران جنت مکانی اختلاف رو بداده بعضے گفتند در سنہ ۳۹۱ھ و بعضے فرمودند سنہ ۴۳۲ھ بنابرین راقم الحروف در ہر دو سنین ما فیہا سال شہادت بوقت حاضری عرش شریف ہیژدہم رجب سنہ ۱۳۴۱ھ لغایتہ سنہ ۱۳۴۲ھ ہجری مطابق سنہ ۱۹۲۲ء لغایتہ سنہ ۱۹۲۳ء حسب الارشاد جناب محترم منشی سید بندہ حسن صاحب قبلہ مصنف کتاب ہذا کلید بردار درگاہ سید میراں جنت اشیانی بغرض حصول حسنات و برکات و محو شدن سیات خود نوشتن اتفاق افتاد۔

نوشتہ بماند سیہ بر سفید	نویسندہ را نیست فردا امید
ہر کہ بیند دعا طمع دارم	زانکہ من بندۂ گنہ گارم

سید غلام شبیر بلگرامی زیدی	غلام شبیر بلگرامی زیدے
۱۹۸۱ سمت بکرمی	۱۳۴۱ ہجری ازحروف منقوطہ تاریخ ہویداست

سلام

کشور کشا سید میراں سلام ۔ بے مثل کشور سید میراں سلام

۱۳۴۲ ہجری — ۱۹۲۴ عیسوی

بلبل بستاں شیح سبل ناصر کل السلام — نجم صادق اعلی اللہ مقامہٗ

۱۳۴۲ ہجری — ۱۹۲۴ عیسوی

رحمت حق فدائے رب سلام علیک — نکو تر شہید وفا سلام علیک

۱۳۴۱ ہجری — ۱۳۴۲ ہجری

در ۱۳۹۱ھ

قبلہ ما دین السلام — ادیب جان ایمان اسلام — جواد عالم سید السلام

۱۳۹۱ ہجری — ۱۳۹۱ ہجری — ۱۳۹۱ ہجری

بزرگ جہاں اکابر دیں ۔ السلام ۔ الصلوٰۃ والسلام

۱۳۹۱ ہجری — ۱۳۹۱ ہجری

درگاہ آسمان جاہ ۔ یعنی حسام اسلام ۔ عجیب شاہ ۔ زاہد شجاع ۔ کوئے دل کشا

۱۳۹۱ھ — ۱۳۹۱ھ — ۱۳۹۱ھ — ۱۳۹۱ھ — ۱۳۹۱ در

جبطۂ بزم شہدا — زہی بزم شہداء — قطب الانام حسین گڈھ ۔ زیب دیار حسین گڈھ

۱۳۹۱ھ — ۱۳۹۱ھ — ۱۳۹۱ھ — ۱۳۹۱ھ

مجمع میہمان اہل اللہ ۔ اہل دلکشا ۔ بلد دلکشا ۔ دانا دل میراں ۔ باوفا میراں شہید عشق قدس سرہ العزیز ۔

۱۳۹۱ھ — ۱۳۹۱ھ — ۱۳۹۱ھ — ۱۳۹۱ ہجری — ۱۳۹۱ھ — ۱۳۴۳ ہجری

(۲) مرقد والا جاہ ۔ باکمال فدائے رب ۔ جائے بادشاہ دیں ۔ جان عالم قبلہ دو جہاں ۔ جامع المعقول

۱۳۹۱ھ — ۱۳۹۱ھ — ۱۳۹۱ھ — ۱۳۹۱ھ — ۱۳۹۱ھ

کیوان قدر ۔ گردوں مکان ۔ زیبا کوئے حسین گڈھ ۔ سرمایہ جاودانی ۔ اہل دانش ۔ ملک میراں ۔

۱۳۹۱ھ — ۱۳۹۱ھ — ۱۳۹۱ھ — ۱۳۹۱ھ — ۱۳۹۱ھ — ۱۳۹۱ ہجری

کانِ حیانِ میراں - زیبِ سوادِ میراں - خیرالولد فردوس مکان
۳۹۱ھ ۳۹۱ھ ۱۳۴۲ ہجری للعہ

سلام سائر شہدا حسین گڈہ تارا گڈھ اجمیر

مجمع مہمانِ اہل اللہ - اہل دیہ سلام علیکم - سلام علیکم اہل ہدیٰ اہل حیا -
۳۹۱ھ ۳۹۱ھ ۳۹۱ ہجری

اہل عطا اکابر جہاں - پاک لقب سیّد السلام
۳۹۱ ہجری ۳۹۱ ہجری

سلام در ۴۰۴ھ

سیدما سلام علیکم - یگانہ جان ایمان السلام - نیکو جان ایمان السلام - مہ پارۂ بزم اہل اللہ -
۴۰۴ ہجری ۴۰۴ ہجری ۴۰۴ ہجری ۴۰۴ ہجری

سیّد الصّلوٰۃ والسّلام - نہال جان ایمان السلام - بدر عالم پاک دل
۴۰۴ھ ۴۰۴ھ ۴۰۴ھ

ایلچی نیک دل سیّد السلام - ولی اللہ السلام وعلیک - مہام جان ایمان السلام
۴۰۴ھ ۴۰۴ھ ۴۰۴ھ

برائے سائر شہدا

اولیا سلام علیکم - کوہ جود زبدۃ العارفین - احباب شہید وفا سلام علیکم - یا اہل اللہ سلام علیکم
۴۰۴ھ ۴۰۴ھ ۴۰۴ھ ۴۰۴ھ

فقرات تواریخ شہادت سیّد میراں نور اللہ مرقدہٗ

در ۳۹۱ھ

شجاع ادیب - پائے سید میراں - محب - صالح بہادر - وائے شجاع
۳۹۱ھ ۳۹۱ھ ۳۹۱ھ ۳۹۱ھ

دل قابل - بہادر - عمدہ - جوان بہادر
۳۹۱ھ ۳۹۱ھ

برائے سائر شہدائے حسین گڈھ

اہل ہدیٰ وائے شہید - اہل حیا وائے شہید - وائے زاہدان شہید - اہل دیہ وائے شہید

۳۹۱ ہجری - ۳۹۱ھ - ۳۹۱ھ - ۳۹۱ ہجری

فقرات تواریخ مشعر خیر مقدم جنت آشیانی ممدوح

سنہ مقدم سپاہ اللہ

آمد سپہ سالار - ہادی برحق سید - سلطان جہاں جان عالم - علم دین پناہ اسلام

۴۰۴ھ - ۴۰۴ھ - ۴۰۴ھ - ۴۰۴ھ

آمد والانسب مالک سپاہ الٰہ - زبدۃ العارفین حسام الدین - گرامی نسب ہادی

۴۰۴ ہجری - ۴۰۴ھ - ۴۰۴ھ

قبلہ دودماں سید حسین - اوج کوہ اعلی اللہ مقامہ

۴۰۴ھ - ۴۰۴ھ

در ۳۹۱ھ

آمد آمد میراں - نیکو لقب حسام دین - مقدم مبین سپاہ اللہ - ہمدم زماں حسام الدین - مقدم اہل صفا

۳۹۱ھ - ۳۹۱ھ - ۳۹۱ھ - ۳۹۱ھ - ۳۹۱ھ

ہادی دین برگزیدۂ جہاں - عمدہ جوان بہادر - دانا دل میراں - دلجو مرحبا جزاک اللہ

۳۹۱ھ - ۳۹۱ھ - ۳۹۱ھ - ۳۹۱ھ

فقرات تواریخ سال طبع اول سوانحعمری مصنفہ منشی سید بندہ حسن صاحب سید میراں جنت آشیاں

کیا نغمہ عندلیب گل ہے - عمدہ تاریخ فتحمندی - تاریخ نفیس شمع محفل

۱۳۴۱ھ - ۱۹۲۲ھ - ۱۹۷۹ سمت بکرمی

عمدہ تاریخ سلطان العارفین - ناصر عالم میاں سید حسین خنگسوار - سوانحعمری جوان پیر سید حسین اصغر - فیاض عصر نور اللہ مرقدہ

۱۹۲۲ء - ۱۹۲۲ء - ۱۹۲۲ء - ۱۹۲۲ء

طبع ثانی در ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۴ء

سوانح تصنیف اقدس جناب منشی سید بندہ حسن صاحب شریف آستانہ

۴۳ ہجرے ۱۳

برادر گرامی طوطیٔ شیریں زباں ۔ منبع کرم مداح آل رسول مبتغال

۱۳۴۳ ہجری ۱۳۴۳ ہجری

سکنۂ پاکیزہ جا حسین گڈھ تاراگڈھ اجمیر وسط ہند ۔

۱۳۴۳ ہجری

تصنیف لطیف برگزیدہ جہاں جناب مکرم منشی سید بندہ حسن صاحب قبلہ

۱۹۲۴ عیسوی

در یکتا ساکن حسین گڈھ تاراگڈھ اجمیر وسط ہند ۔ سوانحعمری پاکیزہ پیکر سید حسین

۱۹۲۴ء ۱۹۲۴ء

خوش لقا بہادر اعلی اللہ مقامہٗ ۔ رحمت عالم قدس سرہٗ العزیز

۱۹۲۴ء ۱۹۲۴ء

سوانح ستر الٰہی سید حسین اصغر ۔ بے مثل پناہ خلق قدس سرہ العزیز

۱۹۲۴ء ۱۹۲۴ء

سوانح بزم انور سید حسین اصغر ۔ بے مثل کوکب سعادت قدس سرہٗ العزیز

۱۹۲۴ء ۱۹۲۴ء

اخبار زمانہ بہادر بے بہادر ۔ سوانح خدا شناس سید حسین

۱۳۴۳ ہجرے ۱۳۴۳ ہجرے

بخدا بہادر بیش بہادر ۔ شہید عشق قدس سرہ العزیز

۱۳۴۳ ہجری ۱۳۴۳ ہجری

نہ کیوں صدقے ہوں اوسپہ جہاں روضہ میراں کا ہو کہ وہ بھی اک شگوفہ ہے پیمبر کے گلستاں کا

در سنہ ۴۰۴ھ

حالِ شہ اولیاء - پاکیزہ باطن فدائے رب - نیک فرجام - شاہِ محبوب دلہا - شاہِ دلنواز

۴ ۰ ۴۴ھ   ۴ ۰ ۴۴ھ   ۴۰۴۴ھ   ۴ ۰ ۴۴ھ   ۴ ۰ ۴۴ھ

دلربائے حسین گڈھ - بے نفس سید حسین - اوجِ کوہ اعلی اللہ مقامہ

۴ ۰ ۴۴ھ   ۴ ۰ ۴۴ھ   ۴ ۰ ۴۴ھ

حالِ گردوں ہم - محبوبِ بزمِ فدائے رب - سہ بزمِ شہداء - شاہِ نہال - جرار - پاک شمائل -

۴ ۰ ۴۴ھ   ۴ ۰ ۴۴ھ   ۴ ۰ ۴۴ھ   ۴۰۴۴ھ   ۴ ۰ ۴۴ھ

کوہِ زبدۃ العارفین - نمودِ ایمان سید حسین - اوجِ کوہ اعلی اللہ مقامہٗ

۴ ۰ ۴۴ھ   ۴ ۰ ۴۴ھ   ۴ ۰ ۴۴ھ

حالِ رہنمائے جہاں - حالِ شاہِ جہاں - حاکم حسین گڈھ - ولیِ پاک حسین گڈھ - پاکیزہ بزمِ شہداء - زمانۂ میراں

۴ ۰ ۴۴ھ   ۴ ۰ ۴۴ھ   ۴ ۰ ۴۴ھ   ۴ ۰ ۴۴ھ   ۴ ۰ ۴۴ھ   ۴۰۴۴ھ

جسیم میراں - جنگل میراں - قبلۂ دودماں سید حسین - حالِ صدق مقال - حالِ جہاں افروز - مرقدِ جواں - بزم دلکشا

۴ ۰ ۴۴ھ   ۴۰۴۴ھ   ۴ ۰ ۴۴ھ   ۴ ۰ ۴۴ھ   ۴ ۰ ۴۴ھ   ۴۰۴۴ھ   ۴۰۴۴ھ

ہادیِ گرامی نسب - محجرِ محی الدین۵ - جائے زیبا شاہِ دیں - مقبرۂ پاکدل - قدوۃ السالکین عینِ ہند

۴ ۰ ۴۴ھ   ۴ ۰ ۴۴ھ   ۴ ۰ ۴۴ھ   ۴ ۰ ۴۴ھ   ۴ ۰ ۴۴ھ

قبرِ مومنین - دانا دلِ میراں - نیک اساس سید حسین

۴ ۰ ۴۴ھ   ۴ ۰ ۴۴ھ   ۴ ۰ ۴۴ھ

۵ عین بمعنی - وہ ابر جو قبلہ کی طرف سے اُٹھے - چونکہ حضور سید میراں جنت مکان - حضور سرورِ عالم صلعم پیغمبر خدا سے بشارت و حکم پاکر روشن علی شاہ درویش کے استغاثہ پر - مدینہ منورہ سے رخصت ہو کر ہند میں اجمیر شریف لاکر کنارہ پر فتح حاصل کی - اور اسلام پھیلایا - اِس لیئے یہ لفظ عین - نہایت موزوں اور مناسب ہے - عین کے اور معنی یہ ہیں کہ اشرفی - زرِ سرخ - بارانِ رحمت - بہتر - سردار - ہر عمدہ چیز - ہر شے کی ذات نفس

ہر چیز کی حقیقت - پانی جاری ہونے کی جگہ چشمۂ شیریں - دیدار - نظر کرنا - پیشوا - انگور - وغیرہ وغیرہ

از لغاتِ کشوری ۱۲-

حالِ صابرین - پاکیزہ جادلکشا - قدوۃ السالکین عالم بے بدل - حالِ نادرِ جہاں - حالِ بیار نیک - قطبِ جہان عالم

۳ ۰ ۳۳ھ ۳ ۰ ۳۳ھ ۳ ۰ ۳ ۳ھ ۳ ۰ ۳۳ھ ۳ ۰ ۳۳ھ ۳ ۰ ۳۳ھ

ابرار - مالکِ مکان سید حسین - سالکِ کامل سید حسین - ہادیِ آفاق سید حسین - حالِ دلکشا

۳۰۳۳ھ ۳ ۰ ۳۳ھ ۳ ۰ ۳۳ھ ۳ ۰ ۳۳ھ ۳ ۰ ۳۳ھ

چوکِ سید میراں - یکتا سید حسین اصغر

۳ ۰ ۳۳ھ ۳ ۲۶ ۹ ۱

رحمتِ حق نور اللہ مرقدہٗ

۱۹۲۴ع

وزیں سال ایں تواریخ عرض کردم - احقر سید غلام شبیر بلگرامی عفرلہٗ ۱۲-

تمت بالخیر

(کتبہ سید لئیق حسن نحیف شاگردشم)